تاریخی شگوفے

مرتبہ

امجد علی امجد گولڈ میڈلسٹ

ضیاء القرآن پبلی کیشنز لاہور

تاریخی شگوفے

مُرتبہ
امجد علی امجد ایڈووکیٹ

ضیاء القرآن پبلی کیشنز لاہور

نام کتاب	تاریخی شگوفے
مصنف	میاں امجد علی امجد گولڈ میڈلسٹ
ناشر	ضیاء القرآن پبلی کیشنز، لاہور
تعداد	ایک ہزار
سال اشاعت	اگست 1998ء
مطبع	ایل جی پرنٹرز، لاہور
قیمت	24 روپے

ملنے کا پتہ

ضیاء القرآن پبلی کیشنز

داتا گنج بخش روڈ لاہور۔ فون: 7221953

9۔ الکریم مارکیٹ اردو بازار لاہور۔ فون: 7225085-7247350

فہرست مضامین

روح اور فکر کی پاکیزگی کا دوسرا نام شگفتگی ہے۔ شگفتگی ایک خوشبو کی طرح دل و جان کو مہکاتی اور دوسروں کے احساسات کو تازگی عطا کرتی ہے۔ اگر طبیعت میں شگفتگی کا عنصر اور مزاج میں لطافت [illegible] نہ ہو تو یہ زندگی عذاب بن جائے۔ شگفتہ مزاجی کی باد نسیم وقت کی باد سموم کا شکار ہونے والے ذہنوں کو حیات تازہ عطا کرتی ہے۔ حق تو یہ ہے کہ شگفتہ مزاجی اور لطافت کی دولت خاص ذہنوں کا اعزاز ہوتی ہے۔ یہی خاص ذہن زندہ رہنے اور زندگی بانٹنے کا سلیقہ جانتے ہیں کیونکہ

زندگی زندہ دلی کا نام ہے
مردہ دل کیا خاک جیا کرتے ہیں

بوجھل ذہنوں اور حالات کی سختیوں کے ستائے ہوئے ذہنوں کے لئے شگفتگی نعمت خداوندی سے کم نہیں۔ کسی بھی زبان کے ادب عالیہ کا مطالعہ کیجئے۔ مشاہیر زمانہ کے حالات زندگی پر نگاہ دوڑائیے۔ تاریخ کو قوت بازو سے نیا رخ دینے والے افراد کی سیرت کا مشاہدہ کیجئے۔ نامور ادیبوں، دانشوروں اور قلم کاروں کی نگارشات کا مطالعہ کیجئے آپ کو شگفتگی اور شگفتہ مزاجی کے وہ جواہر بے بہا نظر آئیں گے جو بعض اوقات عام حالات میں وجود میں آتے ہیں مگر اپنی جاودانی تب و تاب کی بدولت حاصل ادب کہلاتے ہیں۔ فکری شگفتگی اور قلمی لطافت کے یہ نمونے ہر دور کے اہل نظر کو اپنے وجود کا احساس دلاتے رہتے ہیں۔

نوجوان ادیب امجد علی امجد نے تاریخی شگوفے کی اصطلاح (غالباً) تاریخ ساز اصحاب فکر کی شگفتہ مزاجی سے متاثر ہو کر مستعار لی ہے۔ امجد علی امجد کا ذہن زرخیز اور قلم ترتیب و

تدوین کے آداب سے بخوبی آگاہ ہے۔ ان کی مرتبہ یہ کتاب اس سے قبل پیش ہونے والی کتاب "بڑے لوگوں کی بڑی باتیں" کا دوسرا حصہ ہے۔ پہلی کتاب کے کئی ایڈیشن شائع ہو چکے ہیں۔ ترتیب و تدوین کی مہارت کی بدولت امجد علی امجد نے "تاریخی شگوفے" پیش کر کے ناموری کے صنم خانے میں ایک اور قدم بڑھایا ہے۔ امید ہے کہ ان کی مرتبہ یہ کتاب بھی شگفتہ مزاجی کی دولت سے بہرہ ور اصحاب کی نظروں میں قبولیت عام کا درجہ حاصل کرے گی۔

ترتیب و تدوین کے حوالے سے یکے بعد دیگرے بارہ کتابیں پیش کر کے امجد علی امجد نے اپنی جولانی طبع کا عکس جمیل پیش کیا ہے۔

امجد علی امجد کی مرتبہ کتاب "تاریخی شگوفے" یقیناً قاری کو بہت کچھ فراہم کرے گی۔ سدا بہار قہقہے، زیر لب مسکراہٹیں، بلند آہنگ نعرہ ہائے مستانہ، فکر و بصیرت کی نوح خوش خرام، سنجیدگی اور مزاح کے امتزاج ترتیب پانے والے واقعات کی قوس قزح، لطائف اور ظرائف کی سکوں بخش کہکشاں، قہقہہ باریوں کی داستان صد رنگ، خوش مزاجی اور خوش فکری کے ملبوس میں سجے ہوئے حقائق کی بارات۔ غرضیکہ امجد نے تاریخی شگوفوں کے حوالے سے وہ سب کچھ پیش کرنے کی سعی کی ہے جس کی بدولت تھکے ہوئے ذہنوں کو سکون اور بوجھل بوجھل احساس کو لطافت کا حسن عطا ہو سکتا ہے۔ ہماری دعا ہے کہ امجد علی امجد کا ثمر بار ذہن۔ غم روزگار اور آلام حیات کی شکار خلق خدا کو یونہی زندگی کی حرارت عطا کرتا رہے گا۔ اور اس کے ساتھ ساتھ شہرت اور عزت اس معروف قلم کار کا مقدر بنتی رہے۔

آمین بحرمت طہ یٰسین

کعبے کا نگہبان

حضور انور ﷺ کو جب کفار مکہ تکلیف واذیت دیتے تھے تو اس میں خانہ کعبہ کا کلید بردار شیبی بھی شامل تھا وہ داعی اسلام کا بدترین دشمن تھا ایک دن حضور پاک ﷺ خانہ کعبہ میں گئے اور کہا کعبہ کا دروازہ کھولو اس نے صاف انکار کرتے ہوئے کہا ہرگز نہیں تو حضور پاک ﷺ مسکرا کر بولے ایک دن کعبہ کی چابی میرے ہاتھ ہوگی اور میں جسے چاہوں گا دوں گا یہ سن کر شیبی نے زہر آلود لہجے میں کہا کیا اس دن عرب کے جوان مر چکے ہوں گے۔ بات ختم ہو گئی تو حضور پاک ﷺ مشرکین مکہ کی ایذا رسانیوں سے تنگ آ کر مدینہ کو ہجرت کر گئے۔ آخر اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب کو فتح مکہ دی تو آپ مکہ میں تشریف لائے اور خانہ کعبہ کے کلید بردار کو طلب کیا وہ فوراً اندر گیا چابی لے کر تھر تھر کانپتا ہوا حضور انور کی بارگاہ میں حاضر ہوا تو دنیا کے اس عظیم سخی نے کوئی بات نہ کی بلکہ فرمایا آج حسن سلوک اور نیکی کا دن ہے۔ اس لئے فرمایا اے شیبی میں نے تمہیں کہا نہیں تھا کہ ایک دن کعبہ کی چابیاں میرے قبضہ میں ہوں گی اور میں جسے چاہوں گا عنایت کروں گا۔ لہٰذا مجھے انکار کرنے والے آ میرے سینے لگ جا اور کعبہ کی چابیاں ہمیشہ تمہارے اور تمہاری اولاد کے قبضے میں رہیں گے اور جو تم سے یا تمہارے خاندان سے چابیاں چھینے گا وہ بہت بڑا ظالم ہو گا وہ دن اور آج کے دن تک ملت اسلامیہ میں بڑے بڑے ظالم اور جابر حکمران آئے مگر کعبہ کی چابی کا اعزاز ابھی تک ہزاروں سال گزرنے کے باوجود اسی شیبی کے خاندان میں چلا آرہا ہے۔

حضرت عبداللہ اور ستر یہودی

نبی کریم ﷺ کے والد محترم حضرت عبداللہ نوجوانی میں ہی نہایت نیک خوبصورت اور اعلیٰ سیرت تھے آپ جب کسی بت کے پاس سے گزرتے تو وہ بت دھائی دینے لگتا کہ مجھ سے دور ہو جا کہ تیرے اندر وہ نور ہے جو دنیا بھر کے بتوں کو توڑ کر ذلیل کرے گا جب ان

کرامات کا بڑا چرچا ہوا تو یہودی آپ کے دشمن ہو گئے اور ایک دن جب آپ شکار کیلئے تشریف لے گئے تو ستر دشمن اسلام یہودیوں نے حضرت عبداللہ پر حملہ کر دیا ابھی دشمن کے مذموم عزائم کامیاب نہیں ہوئے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے آسمان سے ایک فوج بھیجی جس نے آکر ستر یہودیوں کو قتل کر دیا اور غائب ہو گئے اس واقعے کو عبد مناف کے بیٹے حضرت وہب دیکھ رہے تھے آپ کی یہ زندہ کرامت کو دیکھ کر انہوں نے اپنی بیٹی حضرت آمنہ جو علم و حکمت اور خوبصورتی میں بے مثال تھی کی شادی حضرت عبداللہ سے کر دی۔ وہی حضرت آمنہ جن کے بطن اقدس سے سب رسولوں کے امام اور ساری دنیا کے راہبر و راہنما حضور اکرم ﷺ پیدا ہوئے۔

رشتہ

ایک بار حضور ﷺ نے ایک شخص سے پوچھا۔

"بتاؤ! تمہارے ماموں کی بہن تمہاری کیا لگتی ہے؟" (یعنی اس کا تم سے کیا رشتہ ہے؟)

وہ شخص سر جھکا کر سوچنے لگا۔

اس پر حضور ﷺ مسکرائے اور فرمایا۔

"کیا تم اپنی ماں کو بھول گئے ہو"

بقدر ہمت

حضرت عیسیٰ علیہ السلام یروشلم کی گلی میں جا رہے تھے کہ ایک یہودی نے گالیاں دینی شروع کر دیں، اس کے جواب میں آپ اسے دعائیں دینے لگے، ایک ساتھی نے پوچھا۔

"حضور! وہ گالیاں دے رہا ہے اور آپ دعائیں"

فرمایا "ہر شخص وہی کچھ دیتا ہے، جو اس کے پاس ہوتا ہے۔"

نابینا کی بخشش

ایک دفعہ ایک نابینا صحابی رسول اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی

یا رسول اللہ! کیا میری بخشش ہو جائے گی؟ آپ ﷺ نے فرمایا: نہیں۔ اندھے تو جنت میں نہیں جا سکیں گے۔ وہ نابینا صحابی رونے لگے آپ ہنس پڑے اور فرمایا: اے میرے صحابی! میرے کہنے کا مطلب یہ ہے کہ کوئی شخص جنت میں اندھا نہیں رہے گا۔ وہاں تو سب کی آنکھیں روشن ہوں گی۔ نبی اکرم ﷺ کا یہ ارشاد سن کر وہ خوش ہو گئے۔

تحفہ

حضرت یوسف علیہ السلام کا بچپن میں ایک دوست تھا۔ حضرت یوسف جب مصر میں آئے تو وہ آپ کو ملنے کی خاطر کنعان سے مصر میں آیا۔ آپ سے ملاقات کی۔ آپ فرمانے لگے: اے دوست! زمانے کا دستور ہے کہ جب دوست دوست کے پاس جاتا ہے تو کوئی تحفہ لاتا ہے۔ بتاؤ تم میرے لئے کیا تحفہ لائے ہو؟ وہ کہنے لگا: حضرت مجھے تو کوئی ایسی چیز نظر نہیں آتی جس کو آپ کے پاس تحفہ لے کر آؤں۔ مگر ہاں! آپ کی نذر کے لئے آپ ہی کو لے کر آیا ہوں۔ یہ کہہ کر آئینہ آپ کے سامنے رکھ دیا۔

دل کے آئینہ میں ہے تصویر یار — جب ذرا گردن جھکائی دیکھ لی

فتنہ دجال

ایک دفعہ والی کائنات وارث عرب و عجم حضور پاک ﷺ بڑے غمگین بیٹھے تھے۔ کسی صحابی کو پوچھنے کی مجال نہ تھی کہ حضرت ابوذر نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ! میں نے سنا ہے کہ جب دجال ظاہر ہو گا تو ہر شے کا قحط ہو گا اور وہ گوناگوں نعمتوں سے فیض یاب کرے [illegible] آپ ﷺ کی کیا رائے ہے کہ اگر میں اس دور میں ہوں تو پہلے اس کی تمام نعمتوں سے سیر ہو جاؤں اور پھر اسے حقارت سے ٹھکرا دوں۔ یہ سن کر آنحضرت ﷺ کے چہرہ مبارک پر تبسم ہویدا ہوا اور آپ ﷺ نے فرمایا اگر تو اس دور میں ہو گا تو مولا کریم تجھے اس کی جملہ [illegible]

بہترین سوار بہترین سواری

ایک بار نواسہ رسول ﷺ نے اونٹ پر سواری کی خواہش کی۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ اگر میں تمہاری سواری بن جاؤ تو کیسا رہے۔ نواسہ رسول ﷺ نے عرض کیا بہت اچھا ہے۔ چنانچہ آپ ﷺ نے امام حسین کو اپنی کمر پر سوار فرما لیا اور ادھر ادھر چلنے لگے۔ حضرت عمر فاروق نے دیکھا تو کہا "کیا خوب سواری ہے ؟" آپ ﷺ نے فرمایا "سوار بھی تو بہت اچھا ہے۔"

18 سال کے جنتی

ایک دفعہ حضور اقدس ﷺ کے پاس ایک بوڑھی عورت آئی اور کہنے لگی یا رسول اللہ میرے لئے دعا فرمائیں کہ اللہ میرے گناہ معاف فرمائے اور مجھے جنت میں جگہ دے۔ لیکن حضور اقدس ﷺ بولے کہ بوڑھی عورتیں جنت میں داخل نہیں ہو سکتیں۔ وہ عورت زور زور سے رونے لگی تو حضور انور ﷺ بولے۔ اماں جی کوئی بھی بوڑھا جنت میں نہیں جائے گا۔ اس لئے جب آپ جنت میں جائیں گی تو ۱۸ سال کی جوان عورت بن کر جائیں گی۔ بوڑھی عورت یہ سن کر مسکراتی ہوئی رخصت ہوئی۔

اونٹنی کا بچہ

ایک دفعہ حضور اقدس ﷺ کے پاس ایک صحابی آئے اور عرض کرنے لگے کہ یا رسول اللہ ! مجھے سفر کے لئے ایک اونٹ عنایت فرمایا جائے کیونکہ میں دوسرے شہر جا رہا ہوں میرے پاس سواری کیلئے کوئی جانور نہیں۔ حضور اقدس ﷺ بولے اس شخص کو ایک اونٹنی کا بچہ دے دیا جائے۔ وہ صحابی پریشان ہو کر بولا کہ یا رسول اللہ ﷺ اونٹنی کا بچہ سفر کے لئے وہ میرا اور میرے سامان کا بوجھ کیسے اٹھا سکتا ہے۔ تو حضور اقدس ﷺ بولے کہ مجھے تم یہ بتاؤ کہ کوئی اونٹ ایسا بھی ہے جو کہ اونٹنی کا بچہ نہیں ہے۔

خدا کے باغی

اللہ تعالیٰ کے نبی سیدنا ابراہیم علیہ السلام کا معمول تھا کہ اس وقت تک کھانا نہیں کھاتے تھے جب تک آپ علیہ السلام کے ساتھ کوئی محتاج یا مسافر شریک طعام نہ ہو ایک روز شام

ہو گئی۔ کوئی سائل، کوئی نادار، کوئی مسافر نہ آیا، تب آپ شہر سے باہر تشریف لے گئے۔ دیکھا کہ دور سے ایک مسافر آرہا ہے۔ جب وہ قریب آیا تو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اسے اپنے ساتھ چلنے اور کھانا کھانے کی دعوت دی۔ مسافر کو لے کر حضرت ابراہیم علیہ السلام گھر آئے۔ اس کے ہاتھ دھلائے اور اپنے ساتھ دستر خوان پر بٹھایا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اللہ کا نام لے کر شروع کیا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اس سے کہا۔ آپ نے کھانا شروع کرنے سے پہلے خدا کا نام نہیں لیا؟" مسافر نے جواب دیا "میں ستارہ پرست ہوں اور تمہارے خدا کو نہیں مانتا۔" مسافر کا یہ جواب سن کر حضرت ابراہیم علیہ السلام کو غصہ آیا اور آپ علیہ السلام نے اسے دستر خوان سے اٹھا دیا۔ مسافر ابھی چند قدم ہی دور گیا تھا کہ غیب سے آواز آئی۔ "ابراہیم! یہ شخص میرا منکر ہے مگر میں اسے اسی سال سے روٹی دے رہا ہوں اور تو اسے ایک وقت کی روٹی نہ دے سکا۔" یہ سن کر حضرت ابراہیم علیہ السلام سخت نادم ہوئے۔ ننگے پیر اس کے پیچھے دوڑے، اس سے معذرت کی اور اسے واپس بلا کر دستر خوان پر بٹھا کر کھانا کھلایا۔

زمانہ

حضرت امیر معاویہ نے ایک دن اپنے عہد کے عالم احنف بن قیس سے پوچھا۔

"زمانے کا کیا حال ہے؟"

احنف نے جواب دیا۔

"زمانہ تم ہو، اگر تم درست ہو تو زمانہ بھی درست ہے اور اگر تم بگڑ گئے تو زمانہ کا خدا حافظ۔"

حضرت عمر فاروقؓ کا مزاح

امیر المؤمنین حضرت عمر فاروقؓ ایک دن مدینہ کے بازار میں کھڑے تھے۔ ایک شخص [illegible] کہا: یا امیر المؤمنین مجھے فلاں شخص نے دھوکا دیا ہے۔ لہٰذا اس سے میرا [illegible] فلاں کو دیکھ کر فرمایا، جا بھاگ جا: چھوٹے قد کا آدمی کسی سے دھوکا

نہیں کھا سکتا۔ چونکہ تو بھی چھوٹے قد کا ہے اس لئے تو جھوٹ بولتا ہے۔ وہ شخص کہنے لگا۔ حضرت آپ کی بات بالکل ٹھیک ہے۔ میں مانتا ہوں لیکن بات دراصل یہ ہے کہ جس شخص نے مجھ کو دھوکا دیا ہے وہ مجھ سے بھی چھوٹے قد کا ہے حضرت عمر ہنس پڑے اور اس کی داد رسی فرمادی۔

حضرت بلال کا مزاح

حضرت بلال اور حضرت صہیب رومی رضی اللہ تعالیٰ عنہما دونوں عربوں کے ایک قبیلہ کے ہاں گئے۔ اور ان سے رشتہ مانگا۔ قبیلہ والوں نے پوچھا: تم کون ہو؟ انہوں نے جواب دیا۔ بلال اور صہیب۔ ہم دونوں گمراہ تھے۔ اللہ نے ہمیں صحیح راہ پر چلادیا۔ ہم غلام تھے اللہ تعالیٰ نے ہمیں آزاد کیا ہم غریب تھے، اللہ تعالیٰ نے ہمیں مالدار بنایا، اگر رشتہ دو گے تو ہم اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کریں گے اور اگر انکار کر دو گے تو سبحان اللہ! انہوں نے کہا: الحمد اللہ! تمہاری شادی کر دی جائے گی۔ اس پر حضرت صہیب نے حضرت بلال سے کہا۔ تمہاری شادی کر دی جائے گی۔ اس پر حضرت صہیب نے حضرت بلال سے کہا۔ اے بلال: تم نے جنگوں اور رسول اللہ ﷺ کے ساتھ مل کر اپنے سابقہ کارناموں کا ذکر کیوں نہ کیا؟ (یعنی ذرا رعب پڑ جاتا) حضرت بلال نے حضرت صہیب کے کان میں آہستہ سے کہا: اے میرے بھائی۔ میں نے سچ کہا ہے۔ اسی سچ کہنے کی بدولت ہی تو تمہاری شادی ہوئی ہے۔

حضرت سلمان فارسی کا مزاح

حضرت ابن وائل فرماتے ہیں کہ میں اپنے ایک دوست کے ہمراہ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ملاقات کے لئے گیا تو انہوں نے ہمارے سامنے جو کی روٹی اور جو کا نمکین دلیا پیش کیا۔ میرے دوست نے کہا کہ اگر اس دلیا کے ساتھ پودینہ بھی ہوتا تو یہ اور زیادہ لذیذ ہوتا۔ یہ سن کر حضرت سلمان فارسیؓ گھر سے نکلے اور اپنا لوٹا رہن رکھ کر پودینہ خرید لائے۔ جب ہم کھانا کھا چکے تو میرے دوست نے کہ خدا کا شکر ہے جس نے ہمیں اپنی روزی پر قانع بنادیا (یعنی ہم کو قناعت عطا کی) یہ سن کر حضرت سلمان فارسی نے فرمایا: اگر تم

اس رزی (یعنی جو دلیا تمہارے سامنے پیش کیا) پر قانع ہوتے تو میرا لوٹا گروی نہ ہوتا۔
(پودینہ لانے کی وجہ سے مجھے اپنا لوٹا گروی رکھنا پڑا)

حضرت علی کی فراست اور مزاح

حضرت ابو بکر صدیق اور حضرت عمر کا قد لمبا تھا۔ جبکہ حضرت علی چھوٹے قد کے تھے۔ تینوں دوست ایک دن اکٹھے چل رہے تھے۔ حضرت ابو بکر اور حضرت عمر کے درمیان حضرت علی چل رہے تھے۔ خوش طبعی کے طور پر حضرت ابو بکر نے حضرت علی سے فرمایا: اے علی! تم ہم دونوں کے درمیان اس طرح ہو جیسے لفظ "لنا" میں "نون" ہوتا ہے۔ حضرت علی نے برجستہ جواب دیا: "اگر میں درمیان میں نہ ہوتا تو تم "لا" (یعنی "نہیں") ہو جاتے۔

حضرت امام حسن کی تحقیق مزاح

حضرت امام حسن نے جبکہ آپ کی عمر مبارک ابھی بارہ برس کی تھی۔ ایک دن اپنے والد محترم حضرت علی سے سوال کیا کہ ابا جان! آپ کے دل میں کس کی محبت ہے؟ آپ نے فرمایا: تمہاری۔ حضرت حسن نے پھر پوچھا: بھائی حسین کی بھی؟ آپ نے فرمایا: ان کی بھی۔ پھر پوچھا کہ نانا جان کی رسول اللہ ﷺ کی بھی؟ حضرت علی نے کہا ہاں ان کی بھی۔ پھر حسن بولے! امی جان (حضرت فاطمہ) کی؟ آپ نے فرمایا: ہاں ان کی بھی۔ پھر پوچھا۔ اللہ تعالیٰ کی؟ حضرت علی نے کہا: ہاں اللہ تعالیٰ کی بھی۔ تب حضرت امام حسن کہنے لگے: ابا جان: آپ کا دل ہے یا مسافر خانہ؟ دل میں تو صرف ایک کی محبت ہو سکتی ہے۔ نہ کہ ہزاروں کی۔ حضرت علی نے یہ سن کر ان کو چھاتی سے لگا لیا اور فرمایا: بیٹا تم سچ کہتے ہو۔ محبت تو دل میں ایک ہی کی رہے گی۔ باقی ساری محبتیں اللہ تعالیٰ کی محبت کے تابع ہوں۔ تو یہ ساری محبتیں اسی ایک ذات ہی کی محبت شمار ہوں گی۔

حضرت ابو ہریرہ اور روٹی کا مزہ

[illegible] اللہ تعالیٰ عنہ کے دور میں جب بعض غلط فہمیوں اور سبائی پارٹی کی

سازشوں سے جنگ صفین برپا ہوئی تو حضرت ابوہریرہ بھی اس وقت وہاں موجود تھے۔ مسلمانوں کے دو گروہ باہم برسرپیکار تھے۔ یہ جنگ کئی دن تک جاری رہی۔ لیکن حضرت ابوہریرہ کسی گروہ کی طرف سے جنگ میں شریک نہ ہوئے۔ آپ کا معمول یہ تھا کہ جب جنگ شروع ہوتی تو ایک ٹیلے پر جاکر بیٹھ جاتے اور فرماتے :اے بھائیو! دونوں فریق حق پر ہیں۔ جنگ کے دوران جب کھانے اور نماز کا وقت ہوتا تو کھانا حضرت امیر معاویہ کے دسترخوان پر کھاتے لیکن نماز ہمیشہ حضرت علی کے پیچھے پڑھا کرتے تھے۔ کسی نے ایک دن ان سے پوچھا: حضرت یہ کیا؟ کھانا وہاں اور نماز یہاں ؟ حضرت ابوہریرہ فرمانے لگے : میاں اگر سچ بات پوچھتے ہو تو یہ ہے کہ روٹی کا مزہ امیر معاویہ کے دسترخوان پر آتا ہے لیکن لطف نماز تو حضرت علی کی امامت میں ہے۔

دیانت کا معیار

ایک مرتبہ حضرت عمر فاروق اپنے غلام اسلم کے ہمراہ مدینہ منورہ میں شب کو گشت کر رہے تھے۔ ایک مکان سے آواز سنی کہ ایک عورت اپنی لڑکی سے کہہ رہی ہے۔ دودھ میں تھوڑا سا پانی ملا دے۔ لڑکی نے کہا۔ ابھی تو تھوڑے دن ہوئے امیر المومنین نے کہا ہے کہ دودھ میں پانی ملا کر مت فروخت کرو عورت بولی بیٹی اب یہاں کوئی نہیں ہے۔ لڑکی بولی اماں جان دیانت کے یہ خلاف ہے کہ روبرو تو اطاعت کی جائے اور غائبانہ خیانت۔ یہ گفتگو سن کر حضرت عمر بہت محظوظ ہوئے۔ لڑکی کی دیانت اور اس کی حق گوئی پر خوش ہو کر اپنے بیٹے عاصم کی اس سے شادی کر دی۔ اس نیک بخت خاتون کے بطن سے جو لڑکی پیدا ہوئی وہ حضرت عمر بن عبد العزیز جیسے نیک بخت اور زاہد و عابد خلیفہ کی والدہ تھیں۔

اسلام سے محبت کی عظیم مثال

حضرت ابوبکر صدیق کے بیٹے حضرت عبداللہ کو اپنی بیوی عاتکہ سے بڑی محبت تھی، اس لئے ایک جہاد میں صرف عاتکہ کی دل جوئی کیلئے نہ گئے اس پر حضرت سیدنا ابوبکر نے حکم دیا کہ چونکہ تمہاری بیوی تم کو اللہ تعالیٰ سے دور لے جا رہی ہے۔ اس لئے تم فوراً اپنی بیوی عاتکہ کو طلاق دے دو۔ حضرت عبداللہ اپنے والد کا فرمان ٹالنے کی تاب نہیں رکھتے تھے اس لئے فوراً طلاق دے دی اور برسوں عاتکہ کی یاد میں بڑے دردناک اشعار لکھتے رہے۔

دولت کونین

حضرت اویس قرنی سچے عاشق رسول عربی تھے جب آپ نے سنا کہ جنگ احد میں حضور انور ﷺ کے دو دانت مبارک ٹوٹ گئے ہیں تو آپ نے وفور محبت میں اپنے دو دانت توڑ دیئے کہ اگر محبوب کے دانت نہ ہوں تو میں کیسے گوارا کر لوں بعد میں خیال آیا کہ پتہ نہیں سامنے والے دانت ٹوٹے تھے یا ان کے ساتھ والے چنانچہ ایک طرف والے دانت توڑ دیئے پھر خیال آیا کہ نہیں شاید نیچے والے دانت ہوں وہ بھی توڑ دیئے۔ اسی طرح اپنے سارے کے سارے دانت عشق نبوی ﷺ میں قربان کر دیئے اور ایسے خوش ہوئے جیسے دنیا کی بادشاہی مل گئی۔ سب کچھ لٹا کے راہ محبت میں اہل دل یوں خوش ہیں جیسے دولت کونین پا گئے۔

نیکی کا صلہ

حضرت سیدنا سلیمان علیہ السلام کے زمانے میں ایک نہایت نیک دل اور پارسا شخص رہتا تھا ایک دن اس نیک شخص کے بیٹے نے شراب پی لی تھی بھلا اس عظیم باپ کے بیٹے کی یہ حرکت کیسے گوارہ ہوتی اس نے اپنے بیٹے کو سخت ڈانٹا تو لڑکے نے باپ کو نشے کی حالت میں زور سے مکا مارا جس سے اس بھلے مانس کی آنکھ جاتی رہی جب لڑکے کا نشہ ٹوٹا تو اس کو باپ کی آنکھ چھن جانے کا اتنا صدمہ ہوا کہ تلوار سے اپنا ہاتھ کاٹ ڈالا وہی ہاتھ جو اپنے نیک سیرت باپ پر اٹھا تھا حضرت سلیمان اللہ تعالیٰ کے جلیل القدر پیغمبر تھے جب آپ نے دونوں باپ بیٹے کا حال سنا تو ان کو بلایا اور اللہ تعالیٰ سے دعا مانگی اور باپ کی آنکھ پر دست [illegible] پھیرا [illegible] ہو گئی بعد میں بیٹے کے ہاتھ کو اس کے بازو کے ساتھ جوڑ دیا تو وہ ہاتھ [illegible] بالکل ٹھیک ہو گیا کیونکہ نیکی کبھی ضائع نہیں جاتی۔

ابن حسین کا صبر

شیر خدا حضرت علی کے پوتے اور حضرت امام حسین کے بیٹے حضرت امام زین العابدین بڑے صابر اور خوش اخلاق تھے تاریخ گواہ ہے کہ اگر آپ کے دشمنوں نے گالیاں دی ہیں تو آپ نے جواباً دشمنوں کو مال و دولت سے نوازا ہے ایک دفعہ ایک شخص نے آپ کی غیبت کی اور ناجائز باتیں کیں مگر آفرین ہے آپ پر کہ اس شخص سے بولے اگر یہ تیری غیبت سچی ہے تو خدا مجھے بخش دے اور اگر جھوٹی ہے تو خدا تجھے بخش دے۔

سبحان اللہ کیا انداز مسلمانی ہے اگر آج ہمیں کوئی گالی دے دے تو ہم اس کی سات پشتوں کو بھی معاف نہیں کرتے۔

حضرت علی کی فہم و فراست

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانے میں ایک امیر آدمی ورثہ میں سترہ گھوڑے چھوڑ مرا۔ اس کے وارثوں میں سے صرف ایک لڑکا، ایک لڑکی اور ایک بیوہ تھی۔ رواج کے مطابق لڑکے کا حصہ ۲/۱ لڑکی کا حصہ ۳/۱ اور بیوہ کا ۹/۱ تھا۔ اس تناسب سے گھوڑے تقسیم نہیں ہوتے تھے۔ ماسوائے اس کے چند گھوڑے فروخت کئے جائیں۔ لڑکے اور اس کی والدہ نے ایسا کرنے کی اجازت نہ دی۔ ایسی صورت میں یہ تقسیم کوئی عدالت بھی نہ کر سکی۔ بالآخر یہ مقدمہ حضرت علی (کرم اللہ وجہہ) کے روبرو پیش کیا گیا۔ آپ نے ان سترہ گھوڑوں میں اپنا ایک گھوڑا داخل کر دیا اور اٹھارہ میں سے لڑکے کو ۲/۱ حصہ کے مطابق نو گھوڑے دے دیئے اور اس کے بعد لڑکی کو حسب حصہ ۳/۱ چھ گھوڑے عطا کئے اور باقی تینوں میں سے ایک حصہ ۹/۱ کے مطابق دو گھوڑے اس بیوہ کو دے دیئے۔ اور آخری اپنا گھوڑا خود لے لیا۔ آپ کا یہ فیصلہ دیکھ کر سب لوگ حیران رہ گئے۔

عظمت کیا ہے؟

ایک بدو گدھے پر سوار ہو کر حضرت عمر کے پاس گیا اور لگا لاف زنی کرنے کہ میں فلاں معزز قبیلے سے ہوں، میرا باپ ایسا تھا اور دادا ایسا۔ حضرت عمرؓ نے جواب دیا کہ عقل انسان کا حسب ہے، خلق اس کی شرافت اور تقویٰ اس کی عظمت۔ اگر یہ اوصاف تم میں موجود ہیں تو تم اچھے ہو ورنہ یہ گدھا تم سے اچھا ہے۔

کہاں سے ملے مثال ایسے حکمران کی

نصف رات بیت چکی تھی۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز بیت المال میں بیٹھے سرکاری حساب کتاب میں مصروف تھے۔ چراغ کی لو جھلملا رہی تھی۔ اسی عالم میں ایک شخص نے اندر آنے کی اجازت طلب کی، آپ نے اسے بلا لیا اور پوچھا "کوئی کام ہے مجھ سے۔" اس شخص نے جواب دیا "امیر المومنین! مجھے اپنے گھریلو مسائل پر آپ سے چند باتیں کرنا ہیں!" حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے پھونک مار کر چراغ بجھا دیا اور نووارد سے کہا "ہاں، اب بتاؤ تمہیں کون سی باتیں کرنا ہے؟" نووارد نے حیرت سے پوچھا "لیکن آپ نے یہ چراغ کیوں بجھا دیا؟" آپ نے جواب دیا "چراغ کا تیل بیت المال کا ہے اور اسے میں غیر سرکاری باتوں میں استعمال نہیں کر سکتا۔ کیونکہ یہ بد دیانتی ہے۔"

شاہ مصر

اللہ تعالیٰ کے جلیل القدر پیغمبر حضرت یوسف علیہ السلام جب مصر کے بادشاہ تھے تو مصر میں زبردست قحط پڑ گیا ہر طرف بھوک اور افلاس نے ڈیرے لگا دیئے تو حضرت یوسف نے شاہی خزانے کے منہ غریبوں پر کھول دیئے مگر عجیب بات تھی کہ حضرت یوسف خود دن بدن دبلے پتلے ہوتے جا رہے تھے آپ کے وزیر نے پوچھا تو جواب دیا کہ مجھے اس فکر نے

دبلا پتلا کر دیا ہے کہ کوئی آدمی بھوکا نہ رہ جائے اگر میں خود پیٹ بھر کر روٹی کھاؤں اور عام انسان بھوکا سو جائے تو قیامت میں سخت باز پرس ہو گی۔ کیونکہ بادشاہ تمام رعایا کے کھانے پینے کا ذمہ دار ہوتا ہے۔

جہاں بھی گئے داستاں چھوڑ آئے

ملت اسلامیہ کے نامور فاتح حضرت عمر بن العاص نے جب مصر کو فتح کر لیا تو ایک پر فضا جگہ پر پڑاؤ ڈال لیا آپ جس خیمے میں آرام فرما رہے تھے وہاں ایک کبوتر نے گھونسلا بنا لیا۔ اسلام کی مکمل فتح یابی کے بعد جب آپ نے اس لشکر کو کوچ کا حکم دیا تو ایک سپاہی آپ کا خیمہ اکھیڑنے لگا تو حضرت عمر بن العاص نے حکم دیا کہ چونکہ اس خیمے میں کبوتر نے اپنا گھر بنا لیا ہے اس لئے اس خیمے کو اسی جگہ نصب رہنے دو تاکہ یہ بھولا بھالا اور معصوم جانور بے آرام نہ ہو۔ تاریخ گواہ ہے لشکر اسلام واپس چلا گیا مگر اپنی رحم دلی اور عظمت اسلاف کے نشان باقی چھوڑ گیا۔ کیونکہ اس رحم دلی کی یادگار آج تک اس مقام پر "فسطاط نامی شہر آباد ہے فسطاط عربی میں خیمہ کو کہتے ہیں وہی خیمہ جہاں پر کبوتر نے اپنا گھر بنایا تھا۔

دنیا کا عظیم ترین سخی

حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دور حکومت میں ایک دفعہ بڑا قحط پڑا۔ لوگ اپنی جائیدادیں انتہائی سستی فروخت کرنے لگے آپ کے اہل خانہ نے آپ سے کہا کہ فلاں باغ بڑا سستا مل رہا ہے وہ خرید لیں لہذا آپ روپے لے کر باغ خریدنے گئے تو راستے میں چند مفلس اور قحط سالی کے مارے لوگ نظر آئے آپ نے اپنے سارے روپے جس سے باغ خریدنا تھا ان لاچار اور غریب لوگوں کو بانٹ دیئے۔ جب گھر واپس آئے تو اہل خانہ نے پوچھا کیا آپ نے باغ خرید لیا ہے آپ نے فرمایا ہاں میں نے آپ کے لئے جنت میں باغ خرید لیا ہے یہ تھی شرم و حیا کے پیکر حضرت عثمان غنی کی حیات مبارکہ جو قدم قدم پر اسلام اور صاحب اسلام حضور اکرم ﷺ کی محبت سے سرشار ہو کر اپنی دولت جہاں بھی ضرورت پڑی آپ نے بے دریغ خرچ کیا۔ بارگاہ رسالت مآب سے عطا کردہ لقب غنی آپ کو دنیا بھر

کے سخیوں سے زیادہ سخی ثابت کرتا رہے گا۔

چار بڑوں کی خواہشات جو پوری ہوئیں

حضرت امیر معاویہ کا عہد تھا۔ مشہور صحابی حضرت زبیر کے تین بیٹے عروہ، عبداللہ اور مصعب مسجد حرام میں بیٹھے تھے۔ ان کے ساتھ عبدالملک بن مروان بھی تھے۔ کسی نے کہا "ہم اللہ کے گھر بیٹھے ہیں۔ آؤ اللہ کے حضور اپنی اپنی آرزوئیں پیش کریں۔" سب سے پہلے عبداللہ بن زبیر نے کہا۔ "میری آرزو ہے کہ میں حرم کا بادشاہ بنوں اور مجھے خلافت کا تخت ملے۔" ان کے بعد مصعب بن زبیر نے کہا "میری تمنا ہے کہ قریش کی دو حسین عورتیں سکینہ اور عائشہ میرے عقد میں آجائیں۔" پھر عبدالملک بن مروان نے کہا "میری خواہش ہے کہ مجھے بادشاہت ملے اور میں امیر معاویہ کا جانشین بنوں۔" سب سے آخر میں عروہ بن زبیر نے کہا "مجھے یہ سب کچھ نہیں چاہیے۔ میں صرف علم، زہد اور آخرت میں کامیابی چاہتا ہوں۔"

تاریخ شاہد ہے کہ مستقبل میں ان چاروں کی خواہشات پوری ہوئیں عبداللہ ابن زبیر سات برس تک مکے میں خلیفہ رہے۔ سکینہ اور عائشہ دونوں مصعب بن زبیر کے عقد میں آئیں۔ عبدالملک بن مروان سندھ سے اسپین تک کے فرماں روا ہوئے اور امیر معاویہ کی قائم کردہ سلطنت کے وارث بنے اور عروہ بن زبیر کو خاصان خدا کا مرتبہ ملا۔

ساٹھ روزے

اندلس کے بادشاہ عبدالرحمن ثانی سے ایک روزہ ٹوٹ گیا تو نیک دل بادشاہ نے اس وقت کے چیف جسٹس امام یحییٰ سے اس کوتاہی اور قصور کی تلافی کے متعلق پوچھا تو امام یحییٰ نے فتویٰ دیا کہ ساٹھ روزے رکھیں تب اس زیادتی کا ازالہ ہوگا۔ علماء بورڈ کے ایک رکن عالم نے امام یحییٰ سے کہا جب شریعت کی جانب سے ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلانا جائز ہے تو آپ نے [illegible] اجازت کیوں نہ دی تو امام یحییٰ نے بڑے غصے سے جواب دیا بادشاہوں کیلئے ساٹھ [illegible] سزا ہیں۔

ابن عمر اور سائل

ایک دفعہ حضرت عبداللہ ابن عمر بیمار ہو گئے اور انگوروں کی طلب ہوئی بڑی مشکلوں سے تھوڑا سا انگور ملا اور ابھی کھانے لگے تھے کہ ایک سائل نے صدا دی آپ نے وہ انگور اس سوالی کو دے دیئے آپ کے دوستوں نے بڑا منع کیا کہ آپ بیمار ہیں فیاضی نہ کریں مگر آپ نہ مانے۔ آخر آپ کے دوستوں نے اسی فقیر سے انگور خرید کر حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دوبارہ پیش کئے تب آپ راضی ہوئے۔

ہم عشق کے بندے ہیں

خلیفہ مہدی بڑا نیک دل بہادر اور عاشق رسول ﷺ تھا اس کے عشق و محبت کا اندازہ اس واقعے سے بخوبی ہو جاتا ہے کہ ایک دفعہ ایک اعرابی حضور پاک ﷺ کے نعلین مقدس یعنی جوتا مبارک لے کر دربار میں حاضر خدمت ہوا اور کہا یہ میں بادشاہ وقت مہدی کیلئے لایا ہوں۔ خلیفہ مہدی نے حضور پاک ﷺ کے نعلین مقدس لے کر سر پر رکھے اور چوم کر آنکھوں سے لگایا اور اس اعرابی کو دس ہزار درہم عطا کئے۔ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان کے برادر اصغر حسن رضا نے کیا خوب کہا ہے۔

جو سر پہ رکھنے کو مل جائے نعل پاک حضور ﷺ
تو پھر کہیں کہ ہاں تاجدار ہم بھی ہیں

ایوبی انصاف

ایک عیسائی عورت روتی ہوئی سلطان صلاح الدین ایوبی کے حضور حاضر ہوئی۔ سلطان ایوبی نے عیسائی عورت سے رونے کا سبب پوچھا تو کہنے لگی کچھ سپاہی رات کو جنگ کے بعد میری بیٹی کو اٹھا کر لے گئے ہیں۔ اس عورت کو روتے دیکھ کر سلطان بھی زار و قطار رونے لگا اور اس وقت تک چین اور سکون سے نہ بیٹھا جب تک اسی عیسائی لڑکی کو تلاش کر کے اس کی ماں کے حوالے نہ کیا۔

رشوت کا زہر

حضرت عمر بن عبدالعزیز کے ایک ملازم نے دشمنوں سے رشوت لے کر آپ کے کھانے میں زہر ملا دیا جس سے آپ کی حالت بگڑ گئی تو آپ نے ملازم کو پکڑ کر اس سے رشوت کے روپے حاصل کیے اور بیت المال میں جمع کرا دیے اور ملازم کو کہا میرے خاندان والوں کو خبر ہوئی تو وہ تم کو قتل کر دیں گے اس لئے فوراً بھاگ جاؤ۔ تاریخ عالم حیران ہے کہ اپنے قاتل کو بھی کوئی بھاگنے کا موقعہ دے سکتا ہے۔

عطا کبھی واپس نہیں لی

حضرت امام جعفر صادق کے گھر میں ایک شخص آیا اور بولا میری ایک ہزار اشرفی کی تھیلی گر گئی تھی جب وہ تھیلی گری تھی تو بازار میں آپ کے علاوہ کوئی بھی نہیں تھا اس لئے میری تھیلی واپس کر دیں حضرت امام نے جھگڑا کرنے کی بجائے اس شخص کو ایک ہزار اشرفی دے دی تھوڑی دیر بعد وہ شخص دوبارہ آیا اور بولا یا حضرت مجھے غلطی لگ گئی میری اشرفیاں آپ نے نہیں بلکہ کسی اور نے چرائی تھیں لہٰذا میری اشرفیاں مل گئی ہیں اس پر امام جعفر صادق بولے ہم سید لوگ کسی کو کچھ عطا کر کے واپس نہیں لیتے وہ اشرفیاں تم کو مبارک ہوں۔

اپنی اپنی نیت کا پھل

سلطان محمود غزنوی جب مدینہ منورہ گئے تو بڑے سادہ سے فقیرانہ کپڑے زیب تن کیے اور کاندھے پر پانی کی مشک رکھ کر مخلوق خدا کو پانی پلانا شروع کر دیا کسی شخص نے پہچان کر کہا آپ تو بادشاہ ہندوستان ہیں اور آپ نے فقیروں جیسا لباس پہنا ہے۔ سلطان محمود نے جواب دیا بادشاہ تو میں ہندوستان میں ہوں یہاں تو رسول عربی کے دربار گوہر بار میں شہنشاہ بھی فقیر ہوتے ہیں یہ ایمان افروز جواب سن کر وہ شخص آگے بڑھ گیا تو دیکھا کہ مصر کا بادشاہ بڑے شاہانہ انداز میں شاہی لباس پہن کر رعب ودبدبہ میں چلا آرہا ہے اس شخص نے مصر کے بادشاہ سے کہا تمہاری یہ ہمت کیسے ہوئی کہ حضور پاک ﷺ کے در پر حاضری اور

زبردست شاہی شان و شوکت کے ساتھ تو مصر کے بادشاہ نے بڑا غیرت ایمانی سے لبریز جواب دیا کہ اے سوال کرنے والے یہ تاج اور مصر کی بادشاہی مجھے آقائے دوعالم کے طفیل ہی عطا ہوئی ہے۔اس لئے میں اپنے آقا کے دربار میں شاہی لباس پہن کر حاضر ہوا ہوں کہ آقا اپنے غلام کی شان اپنی آنکھوں سے دیکھ لیں۔وہ شخص دونوں بادشاہوں کی حسن نیت کی داد دیتا ہوا چلا گیا۔

مکڑی کے کارنامے

عراق کا گورنر یوسف بن عمر ثقفی بڑا ظالم حکمران تھا اس نے حضرت امام زین العابدین کے فرزند حضرت زید کو بغاوت کے جرم میں بالکل ننگے بدن پھانسی دے دی۔خدا کی قدرت کہ ایک مکڑی نے فوراً آپ کی شرمگاہ پر جالا بن دیا جس کی وجہ سے آپ کسی کو ننگے نظر نہ آئے مکڑی ایک حقیر سا جانور ہے مگر اس کے شاندار کارناموں میں سے یہ بھی ہے کہ حضرت داؤد علیہ السلام پر اس وقت جالا تن کر چھپا لیا جب جالوت بادشاہ آپ کو قتل کرنے کیلئے تلاش کر رہا تھا اسی طرح نبی اکرم ﷺ ہجرت کے وقت غار ثور میں تشریف لے گئے تو غار ثور کے منہ پر جالا بن کر آپ کو کفار مکہ کی نظروں سے بچا لیا۔کیا خوب کسی شاعر نے کہا ہے کہ

یوں تو چھوٹی ہے ذات مکڑی کی   دل کو بھاتی ہے بات مکڑی کی

کشتیاں جلا ڈالو

نامور اسلامی جرنیل طارق بن زیاد نے جب سپانیہ پر حملہ کیا تو ساحل سمندر پر ہی حکم دے دیا کہ جن کشتیوں پر ہم بیٹھ کر آئے ہیں وہ تم سب کی سب جلا ڈالو طارق بن زیاد کے ساتھی بولے اگر کشتیاں جلا دی تو سپانیہ سے افریقہ تک کیسے جائیں گے تو طارق بن زیاد نے بڑا ایمان افروز جواب دیتے ہوئے کہا ہم مسلمان ہیں اور ساری دنیا ہمارا وطن ہے ہم صرف افریقہ کو نہیں پورے یورپ کو اسلامی تہذیب و تمدن کے رنگ میں رنگ دیں گے آپ کے جواب سے خوش ہو کر تمام اسلامی لشکر نے کشتیوں کو آگ لگا دی اور قوت ایمانی سے کفر کے

ظلمت کدے کی اینٹ سے اینٹ بجادی اس کے بعد مسلمانوں نے ہسپانیہ پر پورے آٹھ سو سال تک حکومت کی۔

ترکہ

حضرت عمر بن عبدالعزیز نے وفات کے وقت گیارہ لڑکے چھوڑے تھے۔ ان کا کل ترکہ سترہ دینار تھا۔ پانچ دینار ان کے کفن پر صرف ہوئے۔ دو دینار سے قبر کے لئے زمین خریدی گئی۔ باقی رقم گیارہ لڑکوں میں تقسیم ہوئی۔ ہر لڑکے کے حصے میں انیس انیس درہم آئے۔ ہشام بن عبدالمالک نے بھی گیارہ لڑکے چھوڑے تھے، ان میں سے ہر ایک کو دس دس لاکھ درہم ملے۔ لیکن بعد میں دیکھنے والوں نے دیکھا کہ عمر بن عبدالعزیز کے ایک لڑکے نے ایک دن میں سو گھوڑے جہاد کے لئے دیئے اور ہشام کے ایک لڑکے کو لوگ صدقہ دے رہے تھے۔

بھروسا

خواجہ حبیب عجمی رحمتہ اللہ علیہ کہیں جارہے تھے کہ پوستین کا بوجھ کندھوں پر ناگوار گذرا، اسے راہ میں پھینک کر آگے نکل گئے، اتفاقاً وہاں سے حسن بصری رحمتہ اللہ علیہ گذرے، پوستین کو پہچان کر وہیں ٹھہر گئے کہ کوئی اٹھا نہ لے، کچھ وقت کے بعد حبیب واپس آئے تو حسن رحمتہ اللہ علیہ نے پوچھا۔

"حضرت! آپ کس کے بھروسے پر پوستین یہاں پھینک گئے تھے۔"

کہا "اسی کے بھروسے پر جس نے آپ کو دو گھنٹے یہاں کھڑے رکھا۔"

اللہ کے اونٹ

مولانا جامی رحمتہ اللہ علیہ جب زیارت حرمین شریف سے فارغ ہو کر بغداد آئے تو وہاں کے ایک بزرگ پیر جمال عراقی آپ سے اس حلیے میں ملنے آئے کہ ان کے اور ان کے [illegible] اونٹ کی پشم کے لباس تھے، جامی سے ملتے ہوئے انہوں نے کہا۔

"ماجمال الہٰی دیدیم" (یعنی ہم نے آپ کی زیارت کر کے اللہ کے جمال کا مشاہدہ کیا ہے)

مولانا جامی نے اسی طرح جواب دیا۔

"ما نیز جمال الہٰی دیدیم" (ہم نے بھی آپ کی زیارت کر کے اللہ کے اونٹ دیکھے ہیں)

دیکھئے جمال پر زبر اور زیر آنے سے معنی کس قدر بدل گئے، عربی میں جمال حسن کو اور جمال اونٹوں کو کہتے ہیں۔

شیخ سعدی رقم طراز ہیں کہ

عرب کے ایک فقیہہ کی نہایت ہی بدصورت لڑکی تھی۔ جب بالغ ہو گئی تو باوجود جہیز اور دولت کے کوئی اس سے نکاح کی خواہش نہ کرتا۔ مجبوراً باپ نے ایک اندھے سے اس کی شادی کر دی۔ اسی زمانہ میں ایران کے شہر اصفہان سے ایک تجربہ کار حکیم آیا۔ جو اندھوں کو بینا کر دیتا تھا۔ بہت سے اندھوں کو اس حکیم کے علاج سے آنکھوں کی بینائی مل گئی۔ لوگوں نے فقیہہ سے کہا کہ اپنے داماد کا علاج کیوں نہیں کرا لیتے؟ اس نے کہا: مجھے یہ ڈر ہے کہ اس کی آنکھیں ٹھیک ہو گئیں تو یہ میری بیٹی کو طلاق دے دے گا۔

بدصورت عورت کا شوہر اندھا ہی مناسب ہے۔

تو ہی ہے

ایک جاہل شاعر نے مولانا جامی کے اس شعر پر اعتراض کیا۔

بس کہ در جان نگار و چشم بیدارم توئی!

ہر کہ پیدای شود از دور پندارم توئی!

ترجمہ:۔ "یعنی تو میرے دل اور آنکھوں میں اس طرح سمایا ہوا ہے کہ دور سے ہر آنے والے کو میں سمجھتا ہوں کہ تو ہی ہے۔"

وہ جاہل شاعر کہنے لگا: جناب اگر دور سے گدھا آتا دکھائی دے تو پھر آپ کیا سمجھیں گے؟

مولانا جامیؒ نے اس جاہل کی طرف اشارہ کر کے کہا "میں سمجھوں گا کہ تو ہی ہے۔"

شیخ صدرالدین کا ظرف

حضرت بہاؤالدین زکریا ملتانیؒ نے وفات کے وقت چار کروڑ نقد ترکہ چھوڑا تھا۔ جس میں سے ایک کروڑ ان کے بڑے صاجبزادے شیخ صدرالدین کے حصے میں آیا۔ اس کثیر دولت کے باعث ان کے ذکر و فکر میں خلل پڑنے لگا۔ چنانچہ انہوں نے اپنے حصے کا تمام روپیہ فقراء میں تقسیم کر دیا۔ لوگوں نے تعجب کا اظہار کیا اور کہا کہ "آپ کے والد بزرگوار دولت رکھنے کے باوجود ذکر و فکر میں لگے رہتے تھے، دولت ان کے راستے میں تو کبھی حائل نہیں ہوئی۔ پھر آپ نے ایسا کیوں محسوس کیا؟

شیخ صدرالدین نے جواب دیا "میرے والد بہت عالی ظرف انسان تھے۔ ان کی کثیر دولت نے انہیں یادالٰہی سے کبھی نہیں روکا مگر جب یہ دولت مجھے ملی ہے، میرے دل میں طرح طرح کے خیال آنے لگے ہیں۔ مجھے ڈر ہے کہ اس دولت کے سبب میں خدا سے غافل نہ ہو جاؤں۔ لہٰذا یہی بہتر ہے کہ اس سے چھٹکارا حاصل کرلوں۔

نیک دل حاکم

اندلس کا حکمران ہشام ایک نیک، عادل اور نفیس آدمی تھا۔ مسجد قرطبہ کا مشہور پل اسی نے تعمیر کروایا تھا۔ پل بننے کے بعد ایک دن اس نے اپنے وزیر سے دریافت کیا میرے بارے میں لوگ کیا رائے رکھتے ہیں؟" وزیر نے دست بستہ جواب دیا "اعلیٰ حضرت! اگر گستاخی نہ ہو تو عرض کروں، چونکہ آپ شکار کھیلنے کے بے حد شوقین ہیں اس لئے لوگ کہتے ہیں آپ نے یہ پل صرف اس وجہ سے تعمیر کرایا ہے کہ آپ اس سے گزر کر شکار گاہ کی طرف جا سکیں۔" ہشام نے اس انکشاف کا گہرا اثر قبول کیا اور اس دن کے بعد کبھی شکار کھیلنے نہیں گیا۔ اس کی تمام توجہ قوم کی فلاح و بہبود اور فوجی طاقت بڑھانے پر صرف ہونے لگی۔ ان [illegible] رہتے تھے۔ وہ کہتے تھے "کاش ہمارا خلیفہ بھی ہشام جیسا ہوتا۔"

مقدس پیرہن

حضرت ابوالحسن رحمتہ اللہ علیہ خرقانی بلند پایہ عالم اور شیخ وقت تھے آپ نے سلطان محمود غزنوی کی سعادت سے خوش ہو کر اپنا کرتہ شریف عطا کیا تھا جب سلطان نے سومنات کے مندر پر چڑھائی کی تو قریب تھا کہ کفار ہند آپ کے لشکر اسلام پر غالب آتے۔ سلطان نے حضرت ابوالحسن کا کرتہ مبارک اپنے سامنے رکھ کر دعا مانگی کہ اے میرے پیارے اللہ اس مقدس کرتے کے طفیل مسلمانوں کو فتح عطا فرما۔ خدا کی قدرت کہ اللہ تعالیٰ نے اس مقدس کرتے کی لاج رکھی اور مسلمان فتح یاب ہوئے رات کو جب سلطان سویا تو خواب میں حضرت ابوالحسن تشریف لائے اور بولے تم نے ہمارے کرتے کی عظمت نہ کی تم کفار پر فتح کے ساتھ ساتھ ان کے مسلمان ہونے کی دعا بھی کرتے تو اللہ تعالیٰ یہ دعا بھی قبول کر لیتے۔

امام اعظم کا مقروض

ایک دفعہ امام اعظم ابو حنیفہ کسی بیمار کی عیادت کیلئے جارہے تھے کہ راستے میں ایک شناسا شخص ملا جو آپ کا مقروض تھا آپ کو آتے دیکھ کر منہ چھپا کر جانے لگا تو آپ نے پوچھا کیا بات ہے مجھے دیکھ کر منہ کیوں چھپاتے ہو تو وہ شخص بولا حضرت میں نے آپ کا دس ہزار درہم قرض دینا ہے اس لئے شرم کے مارے آپ سے منہ چھپایا آپ اس شخص کی شرم وحیا سے بڑے متاثر ہوئے اور دس ہزار درہم قرضہ معاف کر دیا۔

بلی کی خاطر

حضرت خواجہ باقی باللہ کی شفقت اور حسن سلوک تمام مخلوق کیلئے برابر تھا ایک رات سخت سردی میں آپ کسی کام کیلئے بستر سے اٹھ گئے جب واپس آئے تو دیکھا کہ آپ کے بستر میں ایک بلی سو رہی ہے تو بلی کو سوتا دیکھ کر آپ کو اچھا نہ لگا کہ خدا کی مخلوق کو بے آرام کریں۔ چنانچہ ساری رات بغیر لحاف کے گزار دی۔

صغیر کبیر سے بہتر ہے

اپنے وقت کے مشہور علمائے دین قاضی حمید الدین ناگوری، شیخ برہان الدین اور قاضی کبیر گھوڑوں پر سوار کہیں جارہے تھے جس گھوڑے پر قاضی حمید الدین بیٹھے تھے وہ دوسرے دونوں گھوڑوں سے چھوٹا تھا قاضی کبیر کو مزاح کی سوجی تو بولے تمہارا گھوڑا تو بہت صغیر ہے یہ مزاح سن کر قاضی حمید الدین برجستہ بولے مگر کبیر سے یہ صغیر بہتر ہے یہ جواب سن کر قاضی کبیر بڑی دل نوازی کے ساتھ مسکرا پڑے۔

احترام سادات

حضرت بہاؤالدین زکریا ملتانیؒ کے پاس ایک شخص آیا اور بولا میں غریب سید ہوں۔ حضور پاک ﷺ کے صدقے میری مدد کریں۔ آپ حضور پاک ﷺ کا نام سن کر آبدیدہ ہوگئے اور اس شخص کو اشرفیاں اور لباس فاخرہ عطا کئے جب وہ شخص چلا گیا تو لوگوں نے کہا یا حضرت وہ شخص تو فلاں گاؤں کا کمہار ہے تو حضرت بہاؤالدین زکریا بولے مجھے یہ بات معلوم ہے مگر اس شخص نے سرور دو جہاں کا صدقہ مانگا تھا اور میں کیسے انکار کر دیتا۔

شاہی بستر کی سزا

مخدوم حمید الدین حاکم کیچ مکران تھے بڑے دبدبے اور غصہ ور مشہور تھے ایک دن اپنے محل آئے تو دیکھا ان کی لونڈی نونت ان کے شاہی بستر پر سوئی ہوئی ہے بڑا غصہ آیا اور کوڑا پکڑ کر لونڈی کو مارنا شروع کر دیا۔ حیران کن بات یہ تھی کہ بادشاہ کوڑے مارتا جاتا اور وہ لونڈی ہنستی جاتی بادشاہ نے مارنا بند کیا اور کہا اے نونت میں نے مار مار کر تمہارا جسم لہولہان کر دیا اور تم مسکراتی جاتی ہو آخر ماجرا کیا ہے نونت نامی لونڈی نے جواب دیا جہاں پناہ جوں جوں مجھے کوڑے پڑتے جاتے تھے میں سوچتی تھی کہ میں ایک دن شاہی بستر پر سوئی تو جسم لہولہان ہو گیا اور جو ساری عمر اس بستر پر سوتا رہا اس کا کیا حال ہوگا۔ یہ جملے تیر کی طرح بادشاہ کے دل پر [illegible] اپنے بھائی کے حوالے کیا اور تارک دنیا ہو کر درویشی میں بڑا نام کمایا۔

لفظ برادر

ایرانی بادشاہ شاہ عباس صفوی نے ایک شخص کی بہن جو خوبصورتی میں بے مثال ہونے کے ساتھ انتہائی ذہین بھی تھی کو زبردستی اپنے حرم شاہی میں داخل کر لیا اس کا بھائی ہر طرف سے مایوس ہو کر اپنے وقت کے عظیم ولی اور عالم حضرت شیخ احمد کے پاس گیا۔ شیخ احمد نے ساری داستان سن کر بادشاہ کے نام رقعہ لکھا کہ برادرم شاہ عباس اس شخص کی بہن کو واپس کر دو۔ جب یہ رقعہ لے کر شاہ عباس کی پاس گیا تو شاہ عباس نے کہا ایران کے بادشاہوں میں مجھ سے زیادہ کوئی خوش نصیب نہیں گزرا جس کو مملکت ایران کے روحانی بادشاہ نے لفظ برادر سے مخاطب کیا ہو۔ شاہ عباس نے وہ رقعہ اپنے خزانچی کو دیتے ہوئے کہا اس رقعہ کو میری وفات پر میرے کفن کے ساتھ بطور تعویذ رکھنا اور اس شخص کی بہن کو فوراً بھائی کے ساتھ واپس کر دیا۔

اس پل پر یا پل صراط پر

سلطان ملک شاہ ایک دفعہ اصفہان میں شکار کھیل رہا تھا۔ وہاں کی ایک بستی میں ایک بیوہ بڑھیا رہتی تھی اس کی ایک ہی گائے تھی جس پر گذارہ ہوتا تھا۔ سلطان کے سپاہی اس کی گائے کو زبردستی ذبح کر کے کھا گئے۔ بڑھیا بڑا روئی پیٹی لیکن کسی نے ایک نہ سنی بڑھیا نے سنا کہ سلطان اصفہان کے پل سے گزرے گا تو فوراً پل پر پہنچ گئی جب سلطان گزرنے لگا تو بے خوف ہو کر سلطان کی گھوڑے کے سامنے آگئی اور لگام پکڑ کر بولی اے سلطان یہاں اس پل پر حساب دے گا یا اس پل یعنی پل صراط پر انتخاب کر لے۔ سلطان گھوڑے سے اترا اور کہا پل صراط کی تو طاقت نہیں اسی جگہ انصاف ہو گا۔ پھر جب بڑھیا کی داستان غم سنی تو بڑھیا کو ایک گائے کے بدلے ستر گائے اور بہت سارا انعام دیا۔ وہ بڑھیا سلطان ملک شاہ کے انصاف کو داد دیتے ہوئے اپنے گاؤں چلی گئی۔

سفید کبوتری اور باز

علامہ محمد ابن سیرین کے پاس ایک آدمی آیا اور اپنا خواب بیان کیا کہ میں نے دیکھا مسجد مدینہ کے بلند مینار پر ایک سفید کبوتری بیٹھی ہے جو بڑی خوبصورت ہے اتنے میں ایک باز آیا اور اس سفید کبوتری کو اٹھا کر لے گیا ابن سیرین نے کہا تیرے خواب کی تعبیر یہ ہے کہ عبداللہ ابن جعفر کی بیٹی سے حجاج بن یوسف شادی کرے گا یہ تعبیر سچی ثابت ہوئی تو لوگوں نے کہا آپ نے ایسی صحیح تعبیر کس طرح بیان کی تو علامہ ابن سیرین نے ارشاد فرمایا کبوتری تعبیر کے لحاظ سے عورت ہے اس کا سفید رنگ پارسائی ہے اس کا مسجد کے مینار پر بیٹھنا شرافت کی علامت ہے۔ چنانچہ اس وقت مدینے میں عبداللہ ابن جعفر کی بیٹی سے زیادہ حسین و جمیل پاکیزہ اور اعلیٰ نسب کوئی نہیں ہے اور باز ظلم اور ستم گر بادشاہ کی علامت ہے اس وقت حجاج بن یوسف سے زیادہ ظالم کوئی حاکم نہیں اس لئے میں نے یہ تعبیر بتائی ہے لوگ آپ کی ذہانت سے عش عش کر اٹھے۔

ابو یوسف کا تقویٰ

سلطان نورالدین نے اپنے باغ کی رکھوالی کیلئے ایک مالی رکھا جو باغ کی بڑی حفاظت کرتا تھا ایک دن سلطان باغ میں آیا اور مالی سے بولا مجھے باغ کے میٹھے انار توڑ کر دو۔ مالی نے انار توڑ کر بادشاہ کو پیش کئے تو سارے انار کھٹے نکلے۔ بادشاہ نے بڑے غصے سے کہا عجیب آدمی ہو۔ چھ مہینے سے باغ کے مالی ہو اور ابھی تک یہ معلوم نہیں ہوا کہ کون سے انار میٹھے ہیں یہ جواب سن کر مالی نے کہا حضور نے مجھے باغ کی رکھوالی کیلئے رکھا ہے انار چکھنے کیلئے نہیں میں نے آج تک کبھی انار نہیں کھایا۔ بادشاہ یہ سن کر بڑا خوش ہوا اور مالی کو بڑے انعام واکرام سے نوازا۔ اس عظیم مالی کا نام ابو یوسف یعقوب تھا جو اپنے وقت کے مشہور ولی اللہ تھے۔

میرے وہ بھی سجدے ادا ہوئے

حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی کا وصال ہو گیا۔ خواجہ ابو سعید نے بلند آواز میں

کہا خواجہ صاحب کی وصیت تھی کہ میری نماز جنازہ وہ پڑھائے جس نے تمام عمر نہ حرام کھایا ہو اور نہ جس کی نماز و نوافل قضا ہوئے ہوں۔ اس وقت سوگواروں میں مشائخ اولیاء علماء صلحاء تمام موجود تھے کوئی بزرگ بھی آگے نہ بڑھا تو سلطان شمس الدین التمش کھڑے ہوئے اور کہا حضرت خواجہ نے میرا راز فاش کر دیا میں تو اسے زندگی بھر پوشیدہ رکھنا چاہتا تھا کہ میں ہی وہ عاجز ہوں جس کی نہ کبھی فرض یا نفلی نماز قضا ہوئی اور نہ کبھی حرام کا لقمہ کھایا یہ کہا اور خواجہ قطب الدین کاکی کی نماز جنازہ پڑھائی۔ سلطان التمش وہ عادل حکمران تھا جو قرآن پاک کی کتابت کر کے گھر کا خرچہ چلاتا تھا۔

نام محمد کتنا میٹھا لگتا ہے

دہلی کے سلطان التمش کے ایک غلام کا نام محمد تھا۔ سلطان اپنے غلام کو ہمیشہ محمد کہہ کر پکارتا تھا۔ ایک دن سلطان نے محمد کی بجائے کسی دوسرے نام سے پکارا تو غلام خوف سے کانپ اٹھا اور کہا حضور آج کون سی غلطی ہو گئی جو غلام کو نام لے کر نہیں پکارا تو سلطان نے کہا نہیں بھئی کوئی غلطی نہیں ہوئی۔ دراصل آج میرا وضو نہیں ہے اور بغیر وضو میں نے کبھی اس پاک ذات کا نام نہیں لیا۔ اس لئے آج کیسے لیتا۔

پاس شریعت

حضرت نصیر الدین چراغ دہلوی صاحب کرامت بزرگ تھے۔ دنیا آپ کو چراغ دہلوی کے نام سے یاد کرتی ہے۔ بے شمار بندگان خدا کو آپ کے دربار گوہر سے فیض حاصل ہوا۔ ایک دفعہ آپ کو شاہ محمد عبدالحق محدث دہلوی کے بارے میں معلوم ہوا کہ شاہ جی سخت بیمار ہیں اور ایام مرض الموت میں مبتلا ہیں تو آپ فوراً شاہ محمد عبدالحق محدث دہلوی کی عیادت کیلئے تشریف لے گئے۔ آپ کے آستانے پر پہنچ کر چراغ دہلوی نے خادم کو کہا کہ شاہ جی سے عرض کرو کہ نصیر الدین عیادت کے لئے اجازت چاہتا ہے۔ تو محدث دہلوی نے خادم کو کہا نصیر الدین چراغ دہلوی سے جا کے کہو چونکہ وہ سماع یعنی قوالی سنتے ہیں اس لئے میں ان سے نہیں ملنا چاہتا۔ آپ کا جواب سن کر حضرت چراغ دہلوی مسکرائے۔ اور خادم سے کہا جاؤ

محدث دہلوی سے کہو ہم سماع سے توبہ کرتے ہیں۔ خادم نے جا کر جب یہ پیغام دیا تو محدث دہلوی نے اپنا عمامہ مبارک اتار کے خادم کو دیا اور کہا یہ نصیر الدین چراغ دہلوی کے رستے میں بچھا دو اور عرض کرو کہ اس پر اپنے قدم مبارک رکھ کر اندر آجائیں۔

مالک بن دینار کا ہاتھ

حضرت مالک بن دینار کا ایک دہریہ سے ہستی باری تعالیٰ کے متعلق مناظرہ ہوا آپ خداوند عظیم کی کوئی دلیل دیتے تو وہ کافر انکار کر دیتا بڑی دیر تک بحث ہوتی رہی مگر وہ دہریہ قائل نہ ہوا آخر کار فیصلہ ہوا کہ دونوں آگ میں ہاتھ ڈالیں جس کا ہاتھ جل گیا وہ جھوٹا ہوگا اس کے بعد آگ کا بہت بڑا الاؤ روشن کیا گیا تو دونوں نے اپنے ہاتھ آگ میں ڈالے مگر نہ تو مالک بن دینار کا ہاتھ جلا اور نہ ہی اس دہریے کا لوگوں نے کہا دونوں سچے ہیں اس پر حضرت مالک بن دینار نے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں عرض کی تو غیب سے آواز آئی کہ اسے بولو وہ اکیلا ہی آگ میں ہاتھ ڈالے کیونکہ تیرے ہاتھ کی برکت سے ہم نے اس کافر کا ہاتھ نہیں جلایا پھر لوگوں کے اصرار پر جب اس کافر نے اپنا ہاتھ آگ میں ڈالا تو جل گیا وہ فوراً وجود باری تعالیٰ کا قائل ہو گیا۔

حضرت امام حسین کے قاتلوں کا عبرتناک انجام

مختار ثقفی جب کوفہ کا حاکم بنا تو اس نے چن چن کر ایسے ظالم لوگوں کو قتل کیا جن لوگوں نے حضرت امام عالی مقام کی شہادت میں حصہ لیا تھا۔ مورخین نے لکھا ہے کہ مختار ثقفی نے ایک دن میں دو سو چالیس قاتلان حسین کو قتل کر کے جہنم وصل کیا۔ شمر نے بھاگنے کی کوشش کی تو مختار نے اس کو پکڑ کر قتل کیا اور اس کی لاش کو بھوکے کتوں کے آگے ڈال دیا۔ خولی بن یزید کو جب سپاہی پکڑ کر لائے تو مختار نے اسے قتل کر کے اس کی لاش کو آگ لگا دی۔ عمر بن سعد اور اس کے بیٹے کو بھی قتل کر کے جلا دیا۔ مختار نے ابن زیاد کے لشکر کو [illegible] کے سامنے [illegible] کو تباہ و برباد کر دیا اور ابن زیاد کو دوسرے شامی سرداروں مثلاً حصین بن [illegible] کاٹ کر امام زین العابدین کی خدمت میں بھیج دیے۔ آپ نے

تمام دشمن جنہوں نے کربلا میں حضرت امام عالی مقام اور آپ کے ساتھیوں کو شہید کیا تھا کہ سروں کو دیکھ کر سجدے میں گر گئے اور سجدہ شکرانہ ادا کیا۔

میاں شیر محمد شرقپوری کی فراست

میاں شیر محمد شرقپوری رحمتہ اللہ علیہ کی بارگاہ میں حاضری دینے ایک گاؤں کا چوہدری اپنے نوکر کے ساتھ آیا۔ راستے میں اپنے نوکر سے بولا آج اگر میاں شیر محمد صاحب مجھے پلاؤ کھلائیں تب میں ان کو ولی مانوں گا۔ چوہدری کا نوکر بولا چوہدری صاحب اولیاء کرام کا امتحان نہیں لینا چاہئے وہ خود کچھ دکھادیں تو اور بات ہے جب دونوں حضرت صاحب کے پاس گئے تو میاں شیر محمد شرقپوری نے اپنے مرید کو کہا بھائی چوہدری صاحب کو پلاؤ کھلاؤ ورنہ ہماری ولایت خطرے میں پڑ جائے گی اور نوکر سے بولے تم نے چونکہ کوئی خواہش نہیں کی تھی اس لئے تم میرے ساتھ کھانا کھاؤ کیونکہ تم چوہدری کے نوکر ہو میں رسول اللہ ﷺ کا نوکر ہوں۔ یہ سن کر چوہدری کی آنکھیں کھلیں اور آپ کا مرید ہوا۔

محمود و ایاز

ایک دفعہ سلطان محمود غزنوی ایک میدان میں کھڑا تھا اس نے اپنے لاڈلے غلام ایاز جسے وہ بیٹوں کی طرح عزیز رکھتا تھا آزمانے کے لئے اپنی فوج کے جرنیلوں اور غلاموں کے آگے ہیرے اور جواہرات پھینکے اور خود سلطان آگے بڑھ گیا۔ تھوڑی دور جا کر اس نے دیکھا کہ ایاز اکیلا ہی اس کے پیچھے آ رہا ہے اور دوسرے جرنیل اور غلام ہیرے چن رہے ہیں۔ سلطان نے ایاز سے پوچھا کیا تم کو ہیرے موتی نہیں چاہئے تو ایاز نے جواب دیا جن کو ہیروں کی ضرورت تھی وہ ہیرے چن رہے ہیں اور مجھے ہیرے نہیں ہیروں والا چاہئے۔

جوتے اور پاؤں

شیخ سعدی رحمتہ اللہ علیہ نے علم کی راہ میں بے شمار سفر کئے اور ہزاروں مشکلوں کے بعد اپنے وقت کے علامہ روزگار بنے۔ ایک دفعہ کوفہ کے بازار سے گزر رہے تھے کہ آپ کی جوتی

ٹوٹ گئی نوکیلے پتھروں اور کانٹوں نے پاؤں چھلنی کر دیئے تو اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں شکوہ کیا کہ یا اللہ میں علم کی راہ میں نکلا ہوں اور میرے پاؤں میں جوتا تک نہیں اللہ تعالیٰ سے شکوہ کر کے ابھی چند قدم ہی چلے تھے کہ ایک عبرتناک منظر دیکھا کہ ایک آدمی بھیک مانگ رہا ہے اور اس کے دونوں پاؤں کٹے ہوئے تھے یہ عبرتناک منظر دیکھ کر شیخ سعدی مسجد میں گئے اور رو رو کر دعا مانگی کہ یا اللہ مجھے معاف کر دے جوتے نہیں ہیں تو کیا ہوا دونوں پاؤں تو سلامت ہیں۔

انسان کا رنگ کالا کیوں ہوا

عقائق الحقائق میں درج ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام نے جب قوم کی سرکشی سے عاجز آکر بددعا کی تو طوفان نوح آگیا آپ ایمان والوں کو ساتھ لے کر کشتی میں سوار ہو گئے اور کشتی میں سوار اپنی اولاد اور ایمان یافتہ لوگوں سے کہا کہ خبردار کوئی مرد اپنی عورت سے ملاپ یعنی قربت نہ کرے۔ آپ کے خبردار کرنے کے باوجود حضرت نوح کے بیٹے حام نے اپنی بیوی کے ساتھ صحبت کی تو آپ نے بددعا کی آپ کی بددعا کا یہ انجام ہوا کہ اس وقت سے لے کر آج تک جو بھی حام کی اولاد میں سے ہے کالے رنگ کا ہے۔

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا کا علمی جواب

ایک دفعہ آریہ مذہب کے پنڈت نے ایک کتاب لکھی جس کا نام آریہ دھرم پرچار رکھا۔ اس نے ایک کتاب اعلیٰ حضرت کو ارسال کی۔ اعلیٰ حضرت نے اس کتاب کا مطالعہ فرما کر جگہ جگہ حاشیہ پر اس کا رد فرمایا اور ٹائٹل پر کتاب کے آگے اتنی ہی جلی قلم اور سیاہ روشنائی سے پرچار کے بعد حرف بڑھا دیا تو کتاب کا نام اب یہ بن گیا تھا آریہ دھرم پرچار حرف۔ چار حرف یعنی کے لعنت (ل ع ن ت)

منہ میں تھوک

فارسی کے عظیم شاعر اور عالم حضرت مولانا عبدالرحمٰن جامی کے پاس ایک نام نہاد [illegible] ہر وقت [illegible] بونگی مارتا رہتا تھا۔ مولانا جامی محض اخلاقاً اس کی فضول گفتگو سنتے۔

ایک دن وہ شاعر بولا کہ ایک دفعہ میرے پاس حضرت خضر علیہ السلام تشریف لائے اور اپنا لعاب دہن میرے منہ میں ڈالا تو حضرت مولانا جامی نے جواب دیا تمہیں غلط فہمی ہوئی ہے حضرت خضر تمہارے منہ پر تھوکنے لگے تھے تم نے منہ کھول دیا اس لئے تھوک منہ میں جا گرا۔ یہ جواب آں غزل سن کر وہ شاعر کان دبا کر بھاگ گیا۔

آٹھ کا ہندسہ ساری زندگی چھایا رہا

عباسی خلیفہ معتصم باللہ کو خلیفہ ثمن بھی کہا جاتا ہے۔ اسے آٹھ کے عدد سے خصوصی نسبت تھی۔ معتصم ہارون الرشید کی آٹھویں اولاد تھا۔ وہ سن ۱۸۰ھ اور ۱۷۸ھ میں سے کسی میں پیدا ہوا تھا دونوں سنوں میں آٹھ کا عدد موجود ہے۔ معتصم عباسیہ خلافت کا آٹھواں خلیفہ تھا۔ اس نے ۴۸ سال کی عمر پائی جس میں ۸ کا عدد موجود ہے۔ اس کے آٹھ لڑکے اور آٹھ لڑکیاں تھیں۔ اس نے آٹھ برس آٹھ مہینے اور آٹھ دن خلافت کی۔ اس نے آٹھ قصر تعمیر کئے۔ اس کا برج پیدائش عقرب ہے جو آٹھواں برج ہے۔ اس نے آٹھ جنگیں لڑیں اور فتح یاب ہوا۔ اس کے دربار میں آٹھ بادشاہ حاضر کئے گئے۔ اس نے آٹھ بڑے دشمنوں کو قتل کر دیا (جس میں افشین عجیف، عباس، اکلب، دمازیاز وغیرہ شامل ہیں) اس نے ترکے میں آٹھ لاکھ دینار آٹھ لاکھ درہم چھوڑے۔ آٹھ لاکھ گھوڑے آٹھ ہزار غلام اور آٹھ ہزار لونڈیاں اس کے پاس تھیں۔ اس کا انتقال آٹھ تاریخ کو ہوا۔

ہارون اور درباری چور

ایک دفعہ ہارون الرشید کے دربار میں حاضرین کی تواضع شربت سے کی جا رہی تھی۔ جام سونے کے تھے۔ ایک درباری نے چپکے سے ایک جام اپنی آستین میں چھپا لیا۔ اتفاقاً خلیفہ نے اسے دیکھ لیا جب محفل برخاست ہونے لگی تو ساقی نے آواز دی کہ کوئی درباری باہر نہ جائے کیونکہ ایک جام گم ہو گیا ہے۔ خلیفہ نے کہا کہ سب کو جانے دو کیونکہ جس نے چرایا ہے وہ مانے گا نہیں اور جس نے دیکھا ہے وہ بتائے گا نہیں۔

ذلیل مکھی

ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ ایک مکھی بار بار منصور عباسی کے منہ پر بیٹھتی جھنجھلا کر کہنے لگا۔ نہ جانے اللہ تعالیٰ نے اس ذلیل مکھی کو پیدا کیوں کیا ہے؟ پاس ہی اس دور کے بہت بڑے عالم اور مفسر شیخ ابن سلیمان بیٹھے تھے وہ بول اٹھے۔ متکبر کا غرور توڑنے کیلئے۔

عالم کو لاعلمی سے شکست

ماہ رمضان میں حجاج کہیں جا رہا تھا اور بے روزہ تھا۔ دوپہر کا کھانا آیا تو کہا۔ اگر کوئی مسافر یہاں موجود ہے تو اسے بلا لاؤ۔ اس کے ملازم ایک بدو کو پکڑ کر لے آئے۔ حجاج نے اسے کھانے کی دعوت دی تو وہ کہنے لگا کہ میں آج اللہ کی دعوت سے لطف اندوز ہو رہا ہوں یعنی اس نے مجھے روزہ رکھنے کی دعوت دی اور میں نے قبول کر لی۔ حجاج: "لیکن آج کا دن تو سخت گرم ہے۔" بدو: "اتنا گرم نہیں جتنا یوم محشر" حجاج: "تم آج افطار کر کے عید کے بعد گنتی پوری کر سکتے ہو"۔ بدو: "کیا آپ ضمانت دے سکتے ہیں کہ میں عید کے بعد جیتا رہوں گا۔" حجاج: "اللہ تمہیں سلامت رکھے تمہاری لاعلمی میرے علم سے ہزار درجے بہتر ہے۔

گورنر کو یحییٰ برمکی کا جواب

یحییٰ بن خالد برمکی ہارون الرشید کا وزیر اعظم تھا۔ ایک مرتبہ ایک گورنر نے اسے خط لکھا کہ یہاں ایک مسافر تاجر فوت ہو گیا ہے اور پیچھے بے اندازہ دولت، ایک چھوٹا سا بچہ اور ایک حسین کنیز چھوڑ گیا ہے۔ میری رائے میں ان تمام اشیاء کی مستحق آپ کی ذات گرامی ہے۔
یحییٰ نے جواب میں لکھا:
اللہ تعالیٰ مرنے والے پر رحم کرے۔ مال میں برکت ڈالے۔ بچے کو آغوش شفقت میں لے۔ کنیز کو اپنی حفاظت میں رکھے اور تم پر ہزار لعنت بھیجے۔

شاہ عباس کا سفیر

شاہجہاں کے دربار میں جب ایرانی سفیر باریاب ہوتا تو اکثر آداب کا خیال نہ رکھتا تھا۔ [illegible] شاہجہاں نے سفیر سے برہم ہو کر کہا "اے بدبخت شاہ عباس کے دربار میں کیا

کوئی شریف آدمی نہ تھا جو تجھ جیسے خر دماغ کو میرے پاس بھیجا ہے۔"

اس نے فوراً "جواب دیا" کیوں نہیں شاہ عباس کے دربار میں بہت سے مہذب اور لائق لوگ موجود ہیں وہ ہر ایک کی لیاقت کے موافق سفیر بھیجا کرتا ہے۔

خودی کو کر بلند اتنا

علامہ محمد اقبال بچپن سے ہی نہایت ہوشیار اور حاضر جواب واقع ہوئے تھے ابھی آپ کی عمر تقریباً گیارہ سال کی تھی کہ ایک روز سکول پہنچنے میں دیر ہو گئی ماسٹر صاحب نے اقبال سے پوچھا اقبال تم دیر سے آئے ہو تو اقبال نے گیارہ سال کی عمر میں ہی بڑے فلسفیوں جیسا جواب دیا کہ اقبال ہمیشہ دیر سے آتا ہے۔

اصلی صورت، نقلی صورت

امام غزالی نے ایک نہایت حسین شخص کو بدکاریوں اور برائیوں میں مبتلا دیکھا تو نصیحت کرتے ہوئے اس سے کہا "کیا تم نے آئینے میں کبھی اپنی شکل دیکھی ہے؟" خوبصورت نوجوان نے جواب دیا۔ "بارہا"۔ "تمہارا اپنی شکل و صورت کی بابت کیا خیال ہے؟" نوجوان نے شرما کر کہا "لوگ مجھے خوبصورت کہتے ہیں۔" امام غزالی نے افسوس سے کہا "پھر اس خوش شکلی کو بدکاری اور برائی سے سیاہ کر دینے پر کیوں تلے ہوئے ہو!" اتفاق سے اسی وقت ایک سیاہ رو بد شکل نوجوان بھی نظر آگیا جو اس خوبصورت نوجوان کا دوست اور اس کی بدکاریوں اور برائیوں میں شریک تھا۔ خوبصورت نوجوان نے اپنے بد شکل ساتھی کی طرف دیکھا اور پھر امام غزالی کو دیکھنے لگا۔ وہ یہ دیکھنا چاہتا تھا کہ امام غزالی آخر اس بد صورت اور سیاہ رو شخص کو کس طرح نصیحت کریں گے۔ امام غزالی نے اس کا مطلب سمجھ لیا تھا۔ آپ نے وہی سوالات اس سیاہ رو شخص سے بھی کیے۔ اس نوجوان نے جواب دیا "افسوس کہ میں بد صورت اور کالی رنگت کا نوجوان ہوں اور یہ میں ہی نہیں پوری دنیا کہہ رہی ہے!" امام غزالی نے کہا "اگر تم اپنی بد صورتی اور سیاہ رنگت سے آگاہ ہو تو یہ کہاں کی عقل مندی ہے کہ اپنے سیاہ چہرے میں بدکاری اور برائی کی سیاہی بھی جمع کر لو، ایک سیاہی کی موجودگی میں دوسری سے بچو!"

سازوسامان

ایک دفعہ حضرت امام غزالی ایک امیر کے گھر گئے۔ دیکھا کہ وہ غلاموں پر برس رہا ہے، بیٹوں سے الجھ رہا ہے۔ بیوی سے جھگڑا کر رہا ہے۔

"فلاں کمر بند کہاں ہے؟ تلوار پر زنگ کیوں ہے؟ فلاں عطر کیوں نہیں منگوایا؟ امام غزالی نے پوچھا۔ "یہ کیسا ہنگامہ ہے۔" امیر کہنے لگا۔ "مجھے خلیفہ نے یاد فرمایا ہے اور میں مناسب سازولباس کی تلاش میں ہوں۔" یہ سن کر امام غزالی نے فرمایا۔ "تمہیں بہت جلد اللہ بھی یاد کرنے والا ہے۔ کیا اس دربار کا بھی سازوسامان تیار کر لیا ہے؟"

مولانا رومی کا پڑوسی

مولانا رومی کے ایک پڑوسی نے حالات سے تنگ آکر اپنا مکان فروخت کر دینا چاہا۔ اس نے اپنے معمولی مکان کی قیمت ڈھائی ہزار دینار مقرر کی۔ لوگ قیمت سن کر واپس جانے لگے۔ لیکن ایک خریدار ٹھہر گیا۔ اور مالک مکان سے بولا "تم اس قیمت میں اپنا مکان کبھی بھی نہ بیچ سکو گے۔" مکان کے مالک نے جواب دیا "میں اس سے بھی زیادہ قیمت میں فروخت کر سکتا ہوں۔ بس کسی قدر شناس اور بینا خریدار کا انتظار ہے۔ خریدار نے پوچھا "اس مکان میں ڈھائی ہزار دینار کی کیا چیز ہے آخر؟ مکان کے مالک نے جواب دیا" جناب والا! مکان کی قیمت تو صرف پانچ سو دینار ہے۔" خریدار نے حیرت سے دریافت کیا "اور دو ہزار دینار کس بات کے ہیں؟" مکان کے مالک نے جواب دیا۔ "مولانا رومی کے پڑوسی ہونے کے۔" اس وضاحت کے بعد مکان فوراً فروخت ہو گیا۔

قاتل ہونے سے قسم توڑنا بہتر ہے

[illegible] خلیفہ ہارون رشید نے ایک شخص کو سزائے موت دینے کا فیصلہ کیا اور اس سے کہا [illegible] ضرور قتل کرائیں گے۔" اس شخص نے التجا کی "ظل الٰہی! نرمی [illegible] ایک سوال [illegible] ہے۔ ہارون رشید نے کہا "یہ کیسے ہو سکتا ہے ہم نے تجھے

سزائے موت دینے کی قسم کھائی ہے۔ قسم توڑنا ہمارا شیوہ نہیں۔" وہ شخص کہنے لگا" آپ میری جان لے کر قاتل ہو جائیں گے۔ذرا غور فرمایئے، قاتل ہونا بہتر ہے یا قسم توڑنے والا ہونا؟"مامون نے اسے معاف کر دیا۔

لاجواب

حضرت خواجہ حسن بصری فرماتے ہیں کہ ایک روز شام ڈھلے میں نے ایک بچے کو دیکھا جو شمع روشن کئے جارہا تھا۔ میں نے اسے روک کر پوچھا" بیٹے تم بتا سکتے ہو کہ یہ روشنی کہاں سے آرہی ہے؟" بچے نے میرا جواب سنتے ہی ایک لمحے کا توقف نہ کیا فوراً" پھونک مار کر شمع گل کر دی اور بولا" آپ مجھے بتایئے کہ یہ روشنی کہاں چلی گئی تو میں بتادوں گا کہ یہ روشنی کہاں سے آرہی تھی"اور میں اس کا جواب سن کر خاموش ہو گیا۔

سوامن شہد

مصر کے امام لیث کے پاس ایک عورت تھوڑا سا شہد مانگنے آئی تو آپ چونکہ شہد کا کاروبار کرتے تھے اس لئے آپ نے اپنے خادم سے کہا اس عورت کو سوامن شہد دے دو جب عورت شہد لے کر چلی گئی تو خادم بولا اس عورت نے آپ سے تھوڑا سا شہد مانگا مگر آپ نے سوامن دے دیا۔ امام لیث نے جواب دیا عورت نے اپنی حیثیت کے مطابق مانگا میں نے اپنی حیثیت کے مطابق دے دیا۔

محمد بن قاسم اور نماز

خلیفہ عبدالملک کے حکم سے نوجوان سپہ سالار محمد بن قاسم نے ۹۲ھ مطابق ۷۱۱ء میں سندھ پر فوج کشی کی۔ فوج کی تعداد صرف چھ ہزار تھی لیکن یہ سب جانباز اور تجربہ کار سپاہی تھے۔ سب سے پہلے قلعہ دیبل کا محاصرہ کیا گیا۔ یہ سندھ کا سب سے زیادہ مضبوط اور مستحکم قلعہ تھا۔ سندھ والوں نے قلعہ بند ہو کر مقابلہ کرنا پسند کیا۔ سامان رسد اور مال وزر کی ان کے پاس کمی نہ تھی قلعہ کے استحکام پر انہیں کامل تر اعتماد تھا۔ ان کا یہ خیال تھا کہ کچھ عرصہ

میں محاصرین تنگ آکر چلے جائیں گے اور قلعہ فتح نہ ہو سکے گا۔ لیکن معاملہ اس کے برعکس ہوا۔
غازی محمد بن قاسم نے پوری قابلیت کے ساتھ محاصرہ کیا اور قلعہ کو فتح کرنے کی اہم تدابیر اختیار کیں لیکن کئی مہینے تک قلعہ فتح نہ ہو سکا ظاہری تدابیر سے مایوس ہو کر غازی محمد بن قاسم نے روحانی وسائل اختیار کئے اس نے رات بھر میدان جنگ میں نماز پڑھی۔ صبح کے وقت خود محصورین جوش غضب میں قلعہ سے باہر نکل آئے محاصرہ کرنے والوں کیلئے یہ بہترین موقع تھا انہوں نے سرفروشی کا ثبوت دیا اور شہر پناہ تک جا پہنچے وہ عزم واستقلال کے ساتھ فصیلوں پر چڑھ گئے اور قلعہ کو فتح کر لیا۔ اس کامیابی کے بعد شکرانہ کے نوافل پڑھے گئے۔

شکایت کی پٹی

ایک مرتبہ ایک شخص ماتھے پر پٹی باندھے حضرت رابعہ بصری کے سامنے سے گزرا انہوں نے اس سے دریافت کیا "کیوں بھائی کیا بات ہے سر پر پٹی کیوں باندھ رکھی ہے ؟"
اس نے جواب دیا "میرے سر میں درد ہے۔ حضرت رابعہ بصری نے پوچھا تمہاری عمر کتنی ہے اس نے کہا تیس برس۔ حضرت رابعہ بصری نے دریافت کیا تم اس مدت میں بیمار رہے یا تندرست ؟ اس نے جواب دیا میں ہمیشہ تندرست رہا ہوں کبھی بیمار نہیں ہوا حضرت رابعہ بصری نے فرمایا تیس برس صحت کی دولت سے مالامال رہنے کے باوجود تو نے کبھی اپنے سر پر شکر کی پٹی نہیں باندھی آج تیرے سر میں درد ہو گیا ہو گا تو مخلوق خدا سے شکایت کی پٹی سر باندھے پھرتا ہے۔

یا پیر رومی......

مولانا رومی نے کسی مقام سے گزرتے ہوئے دو آدمیوں کو لڑتے دیکھا، ان میں سے ایک کہہ رہا تھا "او لعین نابکار تو ایک کہے گا تو جواب میں دس سنے گا!" مولانا رومی رک گئے، کہنے لگے "دوست تجھے جو کچھ کہنا ہے مجھے کہہ لے، کیونکہ تو اگر ہزار کہے گا تو مجھ سے ایک بھی نہ سنے گا!"

ٹھکانہ گور ہے تیرا عبادت کچھ تو کر غافل

حضرت حسن بصری رحمتہ اللہ علیہ کسی جگہ سے گزر رہے تھے کہ ایک لڑکے کو دیکھا جو قہقہے لگا رہا تھا آپ نے لڑکے سے سوال کیا اے بیٹے تو کیا تو پل صراط سے گزر گیا لڑکا بولا نہیں حضرت تو حسن بصری بولے کیا تجھے یقین ہے کہ تو ضرور جنت میں جائے گا لڑکا بولا نہیں حضرت تو حسن بصری بولے پھر تیرا ہنسنا کس وجہ سے ہے کیونکہ جو لوگ کھل کر قہقہہ لگاتے ہیں احمق ہونے کا ثبوت دیتے ہیں۔ لڑکے نے حضرت حسن بصری کے سامنے توبہ کی اور عمر بھر توبہ پر قائم رہا۔

حل

ایک شخص نے حضرت امام شافعی رحمتہ اللہ علیہ سے پوچھا کہ "میری بیوی کے پاس ایک کھجور تھی، میں نے اس کو یہ کہہ دیا کہ اگر تو کھجور کھالے تو بھی طلاق!! اور اگر نہ کھائے تو بھی طلاق!! بتایئے اب میں کیا کروں؟"

حضرت امام شافعی نے جواب دیا "آدھی کھالے اور آدھی پھینک دے۔"

تمنا

ایک مرتبہ ولید بن عبدالمالک نے بدیح سے کہا "آؤ ہم تمناؤں میں مقابلہ کریں، مجھے یقین ہے کہ میں تجھ پر غالب رہوں گا۔

بدیح نے کہا "آپ ایسا ہرگز نہیں کرسکیں گے۔" ولید نے جواب دیا۔ "نہیں! تم جس تمنا کا اظہار کروگے میں اس سے دوگنی کا اظہار کروں گا۔"

بدیح نے کہا "تو سنئے! میری تمنا ہے کہ مجھے ستر قسم کا عذاب دیا جائے اور مجھ پر ہزار لعنت۔" یہ سن کر ولید نے کہا۔

"کم بخت تیرا برا ہو، بس تو ہی غالب رہا۔"

تجویز

تحریک خلافت اور ترک موالات کے سلسلے میں مولانا محمد علی جوہر بیجاپور کی جیل میں قید کئے گئے۔ ایک روز جیل کا معائنہ کرنے وہاں کا انگریز کلکٹر آیا، اس نے مولانا کا کمرہ دیکھ کر ان سے کہا۔

"یہ جگہ نہایت عمدہ ہے، آپ یقیناً آرام سے ہوں گے۔"

مولانا کو معلوم تھا کہ کلکٹر کی رہائش ایک قدیمی محل میں ہے انہوں نے سنجیدگی سے جواب دیا "اگر آپ کا یہ خیال ہے تو پھر آیئے ہم دونوں اپنی اپنی جگہوں کا تبادلہ کر لیتے ہیں۔

عالمگیر کا جوتا

گاندھی جی اور مولانا جوہر ایک جلسے میں شرکت کے لئے پونا میں اکٹھے ہوئے۔ گاندھی جی کی عادت تھی کہ صبح سیر کو نکل جاتے، ایک روز مولانا بھی ساتھ ہو لئے، پونا میں ایک کنواں تھا، گاندھی جی نے اس کے اندر جھانکتے ہوئے کہا۔

"یہ کنواں شیواجی کے نام سے موسوم ہے اور اس پانی میں مجھے آج بھی ان کی صورت نظر آتی ہے۔"

مولانا جوہر نے جھک کر اندر جھانکا، کچھ دیر سنجیدگی سے دیکھتے رہے اور پھر بولے "آپ واقعی ٹھیک کہتے ہیں، شیواجی کی صورت مجھے بھی نظر آئی ہے، لیکن ذرا غور سے دیکھیں، ٹھیک ان کے سر کے قریب مجھے عالمگیر کا پھٹا ہوا جوتا بھی دکھائی دے رہا ہے، کیا وہ آپ کو نظر نہیں آتا۔"

امام احمد رضا کا بچپن

امام احمد رضا خان بریلوی جب آپ کی عمر صرف پانچ سال کی تھی، ایک دفعہ اپنے محلہ کی ایک گلی میں سے گذر رہے تھے۔ سامنے سے ایک طوائف آ رہی تھی۔ آپ نے اس کو دیکھتے ہی اپنی لمبی قمیص کو اوپر اٹھا کر آنکھوں کے آگے رکھ لیا۔ عورت سمجھ گئی کہ اس بچے نے [illegible] کا اظہار کیا ہے۔ طنزیہ انداز میں کہنے لگی: "اے احمد رضا تو نے نظر پر پردہ

تو ڈال لیا لیکن یہ نہ سوچا کہ نیچے سے برہنہ ہو جاؤں گا۔ شرم گاہ کی حفاظت تو پہلے کر۔"

اس عظیم بچے نے عورت کو بڑا خوبصورت جواب دیا۔ فرمانے لگے :

"جب نظر بہکتی ہے تو دل بہکتا ہے اور جب دل بہکتا ہے تو برائیوں کا ظہور ہوتا ہے۔"

حیرانگی

علامہ اقبال فرماتے ہیں :۔

نادر خاں سے جب پہلی مرتبہ ملاقات ہوئی تو وہ کابل جاتے ہوئے لاہور میں ٹھہر گئے۔ وہ میری صورت دیکھ کر بہت حیران ہوئے۔ مجھ سے کہنے لگے : آپ اقبال ہیں؟ میں تو سمجھتا تھا کہ آپ لمبی ڈاڑھی والے بزرگ ہوں گے۔ میں نے کہا : آپ سے زیادہ مجھے حیرانی ہے۔ آپ تو جرنیل ہیں۔ میں سمجھتا تھا کہ آپ دیو ہیکل ہوں گے۔ مگر آپ میں جرنیلی کی کوئی علامت ہی نہیں۔ اس قدر دبلے پتلے۔

بدبخت کا انتخاب

مشہور صوفی حضرت ابو سعید ابوالخیر ایک مرتبہ کہیں جا رہے تھے۔ ایک کمینہ شخص پیچھے سے آیا اور ایک دوہتھڑ کمر پر لگا دیا۔ شیخ نے اپنا سر پیچھے کو موڑا اور اس کمینے کو دیکھا۔ کمینے نے کہا : اے شیخ میری طرف کیا دیکھتا ہے؟ کیا تم نے خود ہی یہ نہیں کہا کہ انسان کو جو کوئی بھلائی یا برائی پہنچتی ہے وہ اللہ کی طرف سے پہنچتی ہے حضرت ابو سعید ابوالخیر فرمانے لگے : ہاں! ایسا ہی ہے لیکن میں تو یہ دیکھنا چاہتا ہوں کہ اس کام کے لئے کس بدبخت کا انتخاب ہوا ہے؟

مشہور وزیر نظام الملک کا دستر خوان

ایک دن نظام الملک کھانا کھا رہا تھا کہ ایک غریب عورت آئی اور کھانے کو کچھ مانگا۔ دربان نے اس عورت کو خالی ہاتھ لوٹا دیا تو نظام الملک بولے میں نے تم کو دربان اس لئے مقرر نہیں کیا کہ کوئی مسکین و محتاج آئے اور خالی چلا جائے بلکہ اس لئے رکھا ہے کہ کوئی غریب خالی ہاتھ نہ جائے یہ کہا اور اس غریب عورت کو اپنا سارا کھانا دے دیا۔

ملک الموت کا رحم

نامور مزاح نگار شوکت تھانوی صاحب ایک دفعہ سخت بیمار ہو گئے یہاں تک کہ ان کے سر کے بال تک جھڑ گئے دوست احباب ان کی عیادت کو پہنچے اور بات چیت کے دوران ان کے گنجے سر کو بھی دیکھتے رہے۔ سب کو حیران اور پریشان دیکھ کر شوکت تھانوی بولے اصل بات یہ ہے دوستو کہ ملک الموت آئے تھے صورت دیکھ کر رحم آگیا بس صرف سر پر ایک چپت رسید کر کے چلے گئے یہ جو سر کی حالت ہے اسی دست شفقت کی عنایت ہے۔

خارج الاسلام

مزاحیہ شاعر دلاور فگار کے دوست نے اپنے بچوں کے نام رفیق الاسلام مجید الاسلام شمس الاسلام فخر الاسلام وغیرہ رکھے تھے اور آخری لڑکے کے نام کیلئے جب دلاور فگار سے مشورہ مانگا تو دلاور فگار فوراً بول اٹھے آخری لڑکے کا نام خارج الاسلام رکھ لو۔

خان خاناں کی نیاز مندی

مرزا عبدالرحیم المعروف خان خاناں نہایت خوبصورت حکمران گذرا ہے اس کی سخاوت دیانت اور دریادلی کا بڑا چرچا تھا ایک دفعہ ایک حسین و جمیل عورت نے خان خاناں کو راستے سے گزرتے دیکھ کر آواز دی کہ ذرا سی دیر کیلئے رک جایئے خان خاناں رک گئے اور روکنے کا سبب پوچھا تو وہ عورت بولی آپ کی عزت شہرت اور دریادلی کا چرچا پورے ملک میں پھیلا ہوا ہے لہٰذا میں چاہتی ہوں کہ میری آپ سے شادی ہو اور ہمارا بیٹا آپ ہی کی طرح عزت و آبرو والا [illegible]سان ہو یہ تقریر سن کر خان خاناں نے بڑی متانت سے جواب دیا اے نیک دل خاتون میں [illegible]ری خواہش کا مشکور ہوں مگر کیا پتہ ہماری شادی ہو جائے اور اولاد بھی ہو اور اگر اولاد ہو تو [illegible] ہو پھر اگر بیٹا ہو تو تمہاری خواہش کے مطابق نیک اور باثر بھی۔ لہٰذا اے خاتون میں [illegible] تمہیں دیکھ سکتا ہم کو میرے جیسا بیٹا ہی چاہئے تو لو آج سے میں تمہارا بیٹا ہوں۔ خدا [illegible] کر دیا۔ تاریخ گواہ ہے کہ مرزا خان خاناں نے اپنا قول ساری دنیا پر

ثابت کر دیا وہ عورت جب تک زندہ رہی خان خاناں اس کو اپنی ماں سمجھتا رہا اور جتنی رقم اپنی ماں کو دیتا تھا اتنی ہی اس عورت کو دیتا رہا۔

خواجہ حسن نظامی کا جواب

خواجہ حسن نظامی مرحوم کا انگریزوں سے کافی میل جول تھا ان کے ایک انگریز دوست رچرڈ ولیم نے خواجہ صاحب سے ازراہ مذاق پوچھا کہ انگریز تو سب ایک ہی رنگ کے ہوتے ہیں مگر یہ کیا بات ہے کہ ہندوستانی لوگوں کا رنگ ایک جیسا نہیں ہوتا تو خواجہ صاحب نے برجستہ جواب دیا گھوڑے مختلف رنگ کے ہوتے ہیں مگر گدھوں کا رنگ ایک جیسا ہوتا ہے یہ جواب سن کر رچرڈ ولیم مسکرا کر بولا آپ سے سوال کون کرے۔

تاریخی طنز

مغل شہنشاہ اکبر کے درباری شاعر فیضی نے ایک کتا پالا تھا جسے وہ پیار سے بیٹا کہا کرتا تھا ایک فارسی کے عظیم شاعر عرفی نے خوش دلی کا مظاہرہ کرتے ہوئے کہا اے فیضی صاحبزادی کا کیا نام رکھا ہے۔ فیضی نے چوٹ کرتے ہوئے کہا عرفی یعنی عرف عام میں کتا جو بولا جاتا ہے۔ عرفی صاحب بھی کہاں چپ رہتے فوراً بولے مبارک ہو۔ یاد رہے فیضی کے باپ کا نام مبارک تھا۔

دنیا چند روزہ ہے

قاضی ابو بکر بن فورک بڑے قیمتی اور اعلیٰ کپڑے پہنتے تھے ایک دن ایک یہودی جس نے گندے کپڑے پہن رکھے تھے قاضی ابو بکر سے بولا حضور پاک ﷺ کی حدیث ہے کہ یہ دنیا مومن کیلئے قید خانہ ہے اور کافر کیلئے جنت لیکن یہاں تو معاملہ ہی الٹ ہے میں انتہائی خستہ حال ہوں اور آپ بے حد خوشحال ہیں یہودی کا جواب سن کر قاضی ابو بکر نے بڑا اعلیٰ اور مدبرانہ جواب دیا کہ جو نعمتیں اللہ تعالیٰ نے مجھے اس دنیا میں عطا کی ہیں وہ جنت کے مقابلے میں بڑی ہی حقیر ہوں گی اور جو سزا اللہ تعالیٰ تم کو جہنم میں دے گا وہ اس دنیا کے عذاب

انتہائی کم ہو گا یہ جواب آفریں سن کر وہ یہودی مسلمان ہو گیا۔

دربار صاحب امرتسر کا سنگ بنیاد اور حضرت میاں میر

گورو ارجن دیو کے دل میں جب دربار امرتسر کا خیال پیدا ہوا تو اپنی عقیدت مندی کی بناء پر حضرت شیخ میاں میر رحمتہ اللہ علیہ سے درخواست کی کہ وہ اس عبادت گاہ کا سنگ بنیاد رکھیں آپ نے سنگ بنیاد رکھا تو اینٹ کچھ ٹیڑھی رکھی گئی جس کو معمار نے اٹھا کر سیدھا کر دیا۔ اس پر گورو ارجن دیو خفا ہو کر کہنے لگے ایسے مقدس ہاتھ کی رکھی ہوئی اینٹ تم نے کیوں سیدھی کی اس کا نتیجہ یہ ہو گا کہ یہ دربار ایک دفعہ تباہ ہو کر پھر از سر نو بنے گا چنانچہ احمد شاہ ابدالی کے حملہ ۱۷۶۱ء میں یہ گوردوارہ تباہ ہو کر دوبارہ چار سال کی کسمپرسی حالت کے بعد تعمیر کیا گیا۔

حیدر آباد کی بنیاد

دکن کے شاعر حکمران محمد قلی قطب شاہ کی شہزادگی کے زمانے کا واقعہ ہے۔ وہ شکار کے لئے موسیٰ ندی پار کر کے جاتا تھا۔ موضع چچلم کی ایک سیاہ فام نوخیز تلنگن بھاگ متی سے اس کی آنکھ لڑ گئی۔ شہزادہ راتوں کو دریا پار کر کے اسے ملنے جاتا۔ اس کے باپ ابراہیم قطب شاہ کو علم ہوا تو اس نے دریا پر پل بنوا دیا۔

محمد قلی قطب شاہ بادشاہ بنا تو اس نے چچلم کے قریب ایک شہر کی بنیاد ڈالی۔ اس کا نام اس نے اپنی محبوب بھاگ متی کے نام پر بھاگ نگر رکھا۔ بعد میں بھاگ متی کو حیدر محل کا خطاب ملا اور بھاگ نگر حیدر آباد بن گیا۔ گولکنڈا رفتہ رفتہ اجڑتا گیا اور حیدر آباد بستا گیا۔

الفاظ کی تاثیر

روایت ہے کہ ایک بار شیخ نجم الدین کبریٰ ایک شہزادے کے سرہانے تشریف فرما تھے شہزادہ بیمار تھا۔ آپ کچھ پڑھ پڑھ کر اس پر دم کر رہے تھے۔ اسی اثناء میں حکیم بوعلی [illegible] آ گئے اور دیکھا کہ شیخ نجم الدین کبریٰ بڑی یکسوئی کے ساتھ بیمار شہزادے پر کچھ پڑھ

پڑھ کر دم کئے جا رہے ہیں۔ بو علی سینا نے ان سے کہا: "اس سے کیا ہوتا ہے؟"
شیخ نجم الدین کبری نے کہا: "آپ نادان اور جاہل ہیں؟"
یہ سن کر بو علی سینا کا چہرہ متغیر ہو گیا اور لال گوں ہو گیا۔ جناب نجم الدین نے یہ کیفیت دیکھی تو آہستہ سے کہا "اب بتایئے جناب کہ الفاظ کی تاثیر کا کچھ علم ہوا اور الفاظ میں تاثیر کا اعتقاد ہوا یا نہیں۔"
بو علی سینا نے کہا: وہ تاثیر کیا ہے؟
شیخ نے کہا: "ابھی ابھی میں نے آپ کو نادان اور جاہل کہا تھا اور یہ الفاظ ہی ہیں۔ جن سے آپ کا چہرہ سرخ اور دوران خون تیز ہو گیا تھا۔"

اعجاز مسیحائی

علامہ اقبال آموں کے بے حد شوقین تھے۔ اکبر الہٰ آبادی آپ کی پسند کے پیش نظر آپ کو الہٰ آباد کا لنگڑا آم بھیجا کرتے تھے۔ ایک دفعہ اقبال نے آموں کا ٹوکرا وصول کیا تو یہ شعر بطور رسید لکھ کر ارسال کیا۔

اثر یہ تیرے اعجاز مسیحائی کا ہے اکبر
الہٰ آباد سے "لنگڑا" چلا لاہور تک پہنچا

جہالت کی ذلت

ایک آدمی نے مشہور زمانہ فلسفی حکیم ارسطو سے کہا علم کی مشقت برداشت کرنے کی مجھ میں اب طاقت نہیں رہی تو حکیم ارسطو نے جواب دیا تو پھر ساری زندگی جہالت کی ذلت برداشت کرتے رہو۔

آداب خداوندی

محدث اعظم پاکستان حضرت مولانا سردار احمد رحمتہ اللہ علیہ ایک جلسہ عام میں تقریب کی صدارت فرما رہے تھے۔ جلسہ سے خطاب کرتے ہوئے آپ سے پہلے مولانا غلام

محمد ترنم صاحب نے جوش خطابت میں تقریر کرتے ہوئے کہا نماز میں ایک طرف بندہ کھڑا ہوتا ہے اور دوسری طرف اللہ کھڑے ہوتا ہے یہ فقرے سنتے ہی محدث اعظم پاکستان فوراً بولے مولانا توبہ کیجئے خدا کھڑے ہونے سے پاک ہے۔ مولانا غلام محمد ترنم فوراً ہی جواب دیا حضرت میں صدق دل سے توبہ کرتا ہوں آپ نے کمال شفقت سے فرمایا یہ خدا تعالیٰ کا معاملہ ہے میں حق تعالیٰ کی شان کے منافی فقرے نہیں سن سکتا۔

نگاہ مرد مومن سے

ایک روز ایک شخص اپنے لڑکے کو لے کر حضرت شیخ میاں میر رحمتہ اللہ علیہ کے پاس آیا اور عرض کیا حضرت یہ میرا اکلوتا بیٹا ہے آپ دعا فرمایئے اللہ تعالیٰ اسے بات چیت کرنے کی طاقت فرمائے۔ آپ نے اس گونگے بچے کو اپنے پاس بٹھا کر ارشاد فرمایا کہ اے لڑکے پڑھ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ خدا کی شان لڑکے کی زبان کھل گئی اور اس نے نہایت خوش الحانی سے پڑھنا شروع کیا اور اچھی خاصی گفتگو کرنے لگا۔ یہ حال دیکھ کر حاضرین بہت حیران ہوئے۔ پھر آپ نے لڑکے کو دعا دی کہ خدا تجھے حافظ قرآن بنادے چنانچہ وہ لڑکا تھوڑے ہی عرصہ میں حافظ قرآن ہو گیا۔

ایاز قدر خود بہ شناس

سلطان محمود غزنوی اپنے غلام ایاز پر بہت مہربان تھا۔ اس غیر معمولی مہربانی نے ایاز کے حاسد پیدا کر دیئے تھے۔ حاسد اس تاک میں رہتے کہ کسی طرح ایاز کی کوئی غلطی یا خامی پکڑ کر اسے محمود کی نظروں سے گرا دیں۔ انہوں نے ایاز کے گرد سازشوں کا جال سا بچھا دیا تھا۔ ایک [illegible] ایاز کبھی کبھی خزانے میں چوری چھپے جاتا ہے اور وہاں خاصی دیر رک کر نہ معلوم [illegible] حاسدوں کو یقین ہو گیا کہ ایاز یقیناً خزانے سے کچھ خرد برد کر رہا ہے۔ انہوں [illegible] گوش گزار کر دی۔ محمود نے کہا "اچھا، اب وہ جب بھی خزانے [illegible] شاہی ملازم نے ایک دن ایاز کو شاہی خزانے میں [illegible] حاسدوں کو ساتھ لے کر چھپتا چھپاتا

خزانے تک پہنچ گیا اور چھپ کے ایاز کی حرکات و سکنات کا جائزہ لینے لگا۔ ایاز نے ایک گوشے سے چند کپڑے نکالے اور انہیں پہن لیا، یہ ایک پھٹا پرانا لباس تھا۔ ایاز نے آئینے کے سامنے کھڑے ہو کر خود کو مخاطب کیا "ایاز! جب تو آیا تھا تو اس حلئے اور اس مرتبے کا آدمی تھا۔ آج تجھے جو مرتبہ حاصل ہے، اس سے کسی غلط فہمی یا خوش فہمی میں ہرگز مبتلا نہ ہونا اور یہ بوسیدہ لباس جو اس وقت تیرے جسم پر ہے، شاہی خزانے کی طرح قیمتی ہے۔ اس کی ہمیشہ حفاظت کر۔ تاکہ تجھے اپنی اوقات کا علم رہے۔" پھر اس نے خود سے معنی خیز انداز میں کہا "ایاز قدر خود بہ شناس۔" یعنی ایاز خود کو خوب جانتا ہے۔

مہندی بادشاہ کا شگون

ایران کے ایک بادشاہ کی سواری محل سے نکلی تو اس کے سامنے ایک کانا شخص آگیا۔ ان دنوں یہ بہت برا شگون سمجھا جاتا تھا۔ بادشاہ نے اسے فوراً گرفتار کر کے قید خانے میں ڈال دینے کا حکم دیا۔ اس کے بعد بادشاہ کی سواری چلی گئی۔ شام کے قریب واپس ہوئی۔ اس دوران بادشاہ اس شخص کو بھول گیا۔ دوسرے دن یاد آیا تو اسے آزاد کر کے اپنے سامنے لانے کا حکم دیا۔ وہ شخص لڑکھڑاتا ہوا آیا بادشاہ نے اسے دیکھ کر کہا "ہم نے محل سے نکل کر تیرے سامنے آجانے کو برا شگون سمجھا تھا کیونکہ یک چشم انسان کو منحوس خیال کیا جاتا ہے۔" جواب میں اس شخص نے کہا "اگر دنیا میں شگون کی کوئی حیثیت ہے تو آپ مجھ سے زیادہ منحوس ہیں۔" دربار میں سناٹا چھا گیا مگر اس نے اپنی بات جاری رکھی۔ "آپ نے محل سے نکل کر مجھے دیکھا تو پورا دن سلامتی کے ساتھ گزرا۔ رات میں بھی آپ کو کوئی تکلیف نہیں پہنچی لیکن جب میں نے اپنے گھر سے نکلنے کے بعد آپ کی شکل دیکھی تو ایک دن اور ایک رات قید خانے میں گزاری۔ یہاں تک کہ کسی نے کھانے کو بھی نہیں پوچھا۔" وزیر اور دوسرے درباری اس جواب سے بہت ناخوش ہوئے مگر بادشاہ ذہین تھا۔ اس برجستگی سے لطف اندوز ہوا اور اس شخص کو انعام و اکرام دے کر رخصت کر دیا۔

حاضر جوابی

ایک شخص عبداللہ بن سلیمان کسی کام سے ایک وزیر کے پاس گیا، وزیر نے اس سے کہا "معاف کرنا، میں اس وقت ذرا مصروف ہوں۔" عبداللہ نے جواباً عرض کیا "جب آپ فارغ ہو جائیں گے تو مجھے آپ کی ضرورت نہیں رہے گی۔"

کورا کاغذ

امام غزالی مدت تک امام ابو نصر اسماعیلی سے علم حاصل کرتے رہے۔ فارغ التحصیل ہو کے وہ اپنے وطن واپس آ رہے تھے۔ راستے میں ڈاکا پڑ گیا۔ ان کے پاس جو کچھ تھا، سب لٹ گیا۔ ان کے سامان میں وہ تعلیقات (نوٹ) بھی تھیں جو انہوں نے اپنے استاد کے اسباق سن کر محفوظ کی تھیں۔ انہیں تعلیقات کھونے کا بے حد صدمہ ہوا۔ چنانچہ وہ اپنی جان خطرے میں ڈال کے ڈاکوؤں کے سردار کے پاس گئے اور اس سے کہا "میں اپنے سامان میں سے صرف تعلیقات واپس لینا چاہتا ہوں۔ میں نے وہی نکات سننے اور کرنے کے لئے یہ طویل سفر کیا تھا۔" ڈاکوؤں کا سردار ہنس پڑا۔ اس نے کہا "تم نے خاک سیکھا ہے۔ تمہاری تو یہ حالت ہے کہ ایک کاغذ نہ رہا تو تم کورے رہ گئے۔" یہ کہہ کر اس نے تعلیقات واپس دے دیں۔ امام غزالی پر اس کے طعنے نے بہت اثر کیا۔ وطن پہنچ کر انہوں نے وہ یادداشتیں زبانی یاد کرنی شروع کر دیں۔ یہاں تک کہ اس کام میں تین برس صرف کر دیئے اور ان مسائل کے حافظ ہو گئے۔

کتے کی خاطر

دنیائے حکمت کے بے مثال چمکتے ستارے حضرت مولانا روم رحمتہ اللہ علیہ ایک دفعہ [illegible] کے ساتھ کسی جگہ جا رہے تھے ایک گلی میں ایک کتا آڑے رخ سو رہا تھا جگہ [illegible] کتے کے آرام میں خلل پڑتا لہذا آپ کی طبع نازک نے یہ [illegible] آرام میں خلل پڑے اس لئے آپ اپنے مریدوں سمیت اس وقت [illegible] کے راستہ صاف نہ کیا۔

سلطان فروز کا شوق

سلطان فیروز شاہ تغلق کو نوادرات جمع کرنے کا بے حد شوق تھا۔ اگر ایک طرف وہ قیمتی پتھر اور دیگر نایاب اشیاء اپنے خزانے میں رکھتا تھا تو دوسری طرف اس نے ایک عجائب خانہ بھی تعمیر کرایا تھا جس میں بعض زندہ چیزیں ایسی تھیں کہ جن کے بارے میں پڑھ کر آج بھی حیرت ہوتی ہے۔ سلطان کے دور میں ایک ایسا کوا لایا گیا جس کا پورا جسم عام کووں کی طرح سیاہ تھا لیکن اس کی چونچ اور پنجے بالکل سرخ تھے۔ فیروز شاہ تغلق کے دربار میں دو طویل القامت انسان پیش کئے گئے۔ ان کا قد اس قدر لمبا تھا کہ موجودہ عہد کا دراز ترین شخص بھی ان کی کمر تک پہنچتا۔ دونوں کو "منکہ" کہہ کر پکارا جاتا تھا۔ سلطان نے بہت دن تک انہیں اپنے محل میں رکھا اور شہر میں پھرایا تاکہ دوسرے لوگ بھی خدا کی قدرت کا تماشا دیکھیں۔ جب وہ چلتے تھے تو ایسا لگتا تھا جیسے دو مینار حرکت کر رہے ہیں۔ اسی طرح سلطان کے دربار میں دو عجیب الخلقت عورتیں پیش کی گئیں۔ وہ دونوں ہر اعتبار سے مکمل عورتیں تھیں۔ بس ان کی شخصیت کا حیرت انگیز پہلو یہ تھا کہ دونوں کے چہروں پر سرخ رنگ کی لمبی داڑھیاں تھیں۔ ویسے ان کے جسم کی رنگت سیاہ تھی۔

حسن کلام کی بدولت

حجاج بن یوسف کے سامنے ایک خارجی کو لایا گیا۔ حجاج نے فوراً اس کی گردن مار دینے کا حکم دے دیا۔ سپاہی جب اسے کھینچ کر لے جانے لگے تو خارجی نے کہا میری درخواست ہے کہ مجھے آج کی بجائے کل قتل کر دیا جائے۔" حجاج نے خارجی کی التجا سن کر کہا "جب قتل تیرا مقدر بن چکا ہے تو پھر ایک دن کی تاخیر سے کیا فائدہ؟" خارجی نے جواب دیا "امیر فطری طور پر رحم دل ہیں۔ یہ ایک اتفاقی بات ہے کہ امیر کے رحم پر قہر غالب آگیا ہے۔ مجھے یقین ہے کہ رات گزرتے ہی امیر کا فطری جذبہ لوٹ آئے گا۔ آئینے پر گرد و غبار زیادہ دیر تک نہیں ٹھہر سکتا۔" خارجی کا جواب سن کر حجاج سناٹے میں آگیا اور پھر یہ کہہ کر خارجی کو آزاد کر دیا۔ تیرے حسن کلام نے تجھے بچالیا۔

خلیفہ متوکل کو منہ توڑ جواب

خلیفہ متوکل نے اپنے درباریوں سے کہا "کیا تمہیں معلوم ہے کہ مسلمان، حضرت عثمان غنی سے کیوں ناراض ہو گئے تھے؟ حاضرین نے اپنی لاعلمی کا اظہار کیا تو خلیفہ متوکل نے ان اسباب پر روشنی ڈالتے ہوئے کہا "اس ناراضگی کی بنیادی وجہ یہ تھی کہ جب صدیق اکبر خلیفہ ہوئے تو وہ منبر پر حضور ﷺ کے مقام سے ایک سیڑھی نیچے کھڑے ہوئے۔ پھر عمر فاروق خلیفہ ہوئے مگر عثمان غنی خلیفہ ہوتے ہی منبر کی چوٹی پر چڑھ گئے۔ مسلمان ان کے اس طرز عمل کو برداشت نہ کر سکے۔ حاضرین نے خلیفہ متوکل کی اس نکتہ طرازی کی بہت تعریف کی مگر علامہ عباد نامی ایک شخص کھڑا ہو گیا اور بڑے ادب کے ساتھ خلیفہ سے مخاطب ہوا۔ "امیر المومنین! آپ پر عثمان غنی کا بڑا احسان ہے۔ اگر وہ منبر کے اوپر چڑھ کر خطبہ نہ دیتے حضرت عمر کے مقام سے ایک سیڑھی نیچے نہ کھڑے ہوتے اور پھر یہ سلسلہ بعد میں آنے والے خلفاء تک جاری رہتا تو آپ کو جلولا کے کنوئیں میں اتر کر خطبہ دینا پڑتا۔"

اس حاضر جوابی پر درباریوں کے ساتھ خلیفہ متوکل بھی ہنسنے لگا۔

(جلولا ایک مقام ہے جہاں ایک بہت گہرا کنواں مشہور تھا)

لا الٰہ الا اللہ

خودی کا سر نہاں لا الٰہ الا اللہ
خودی ہے تیغ فساں لا الٰہ الا اللہ
یہ دور اپنے براہیم کی تلاش میں ہے
صنم کدہ ہے جہاں، لا الٰہ الا اللہ
کیا ہے تو نے متاع غرور کا سودا
[illegible] زیاں لا الٰہ الا اللہ
[illegible] رشتہ و پیوند
[illegible] لا الٰہ الا اللہ
([illegible])

راکھ اور آگ

ابو عثمان جری کا ذکر ہے کہ وہ گھوڑے پر سوار ایک گلی میں سے گزر رہے تھے کہ اوپر سے کسی شخص نے ان پر راکھ پھینک دی۔ انہوں نے اتر کر خاک جھاڑی اور سجدہ شکر ادا کیا جب لوگوں نے کہا کہ راکھ پھینکنے والے کو آپ نے جھڑکا نہیں تو آپ نے فرمایا کہ جو شخص آگ کا مستحق ہو اس پر راکھ پڑے تو اس کو غصہ نہیں کرنا چاہئے۔

غلط ترجمہ

کسی بادشاہ نے ایک شخص کو قتل کرنے کا حکم دیا۔ وہ شخص ناامیدی کے عالم میں بادشاہ کو برا بھلا کہنے اور مغلظات بکنے لگا بادشاہ اس کی زبان سے واقف نہیں تھا۔ اس نے درباریوں سے دریافت کیا کہ یہ کیا کہہ رہا ہے؟ ایک وزیر نے عرض کیا" آقائے نعمت! یہ کہہ رہا ہے کہ وہ لوگ عظیم ہوتے ہیں جو غصہ ضبط کرتے ہیں اور خطاکاروں کو معاف کر دیتے ہیں۔" بادشاہ کو اس پر رحم آ گیا۔ اس نے اس کے قتل کا حکم واپس لے لیا۔

ایک اور وزیر نے پہلے وزیر سے مخاطب ہو کر کہا کہ "برادر! بادشاہ کے سامنے ہمیشہ سچ بات کہنی چاہئے" پھر اس نے بادشاہ کے سامنے ہاتھ جوڑ کے کہا۔ "عالم پناہ! اس شخص کی بات کا غلط ترجمہ کیا گیا ہے۔ صحیح بات یہ ہے کہ یہ شخص آپ کی شان میں گستاخی کا مرتکب ہوا ہے۔"

بادشاہ نے پہلے وزیر کی طرف اشارہ کر کے کہا "جو جھوٹ اس نے بولا ہے، وہ ہمیں تیرے سچ سے زیادہ پسند آیا کیونکہ اس کے جھوٹ کا رخ نیکی کی طرف تھا اور تیرے سچ کا رخ برائی کی طرف ہے۔

مامون کی ہنسی

ایک بدو مامون الرشید کے دربار میں حاضر ہوا اور کہنے لگا میں اعرابی ہوں۔ مامون نے جواب دیا "یہ کوئی حیرت کی بات تو نہیں" بدو بولا۔ میں حج کرنا چاہتا ہوں۔ تو رو کا کس نے ہے۔

"لیکن میرے پاس راہ کا خرچہ نہیں ہے۔" "تب تو تم پر حج واجب ہی نہیں رہا۔ بدو یہ جواب سن کر زچ ہو گیا اور بولا۔ امیر المومنین میں نے آپ کے پاس فتویٰ نہیں امداد طلب کرنے آیا ہوں۔ اس بے ساختہ جواب پر مامون کی ہنسی چھوٹ گئی اور اس نے امداد کا حکم جاری کر دیا۔

گندا خط اور صابن

بلخ کے قاضی ابو عبداللہ کو کسی عالم نے ناراض ہو کر نہایت برا خط لکھا۔ اس خط میں قاضی پر لعنت ملامت اور گالیوں کی بوچھاڑ کی گئی تھی۔ عقل مند اور تحمل مزاج قاضی نے خط پڑھا اور جواب میں چند سطریں لکھ کر بیس سیر صابن روانہ کر دیا۔ قاضی نے اپنے خط میں لکھا تھا۔ "آپ کا خط موصول ہوا، نہایت عمدہ بیس سیر صابن ارسال ہے، اس سے اپنی زبان قلم اور نامہ اعمال دھونے کا کام لیجئے اور اگر یہ ناکافی ہو تو لکھئے تاکہ مزید صابن روانہ کر دیا جائے۔"

انتقام

قدمائے عرب کسی سے انتقام لینے میں ناکام رہنا بہت بڑی بدنصیبی سمجھتے تھے۔ امراء القیس عربی زبان کا اعلیٰ شاعر تھا۔ قبیلہ بنی اسد نے اس کے باپ کو قتل کر دیا۔ اس نے بنی اسد سے انتقام لینے کی ٹھانی اور شگون کے لئے ایک بت کی جھولی میں تین تیر ڈالے۔ تینوں تیروں پر الگ الگ لفظ کھدے ہوئے تھے۔ "اقدام، تاخیر اور ترک۔"

امراء القیس نے آنکھیں بند کر کے بت کی جھولی سے پہلا تیر نکالا۔ اس پر ترک کا لفظ کندہ تھا۔ امراء القیس نے وہ تیر بت کی جھولی میں پھینک کے دوبارہ آنکھیں بند کیں اور دوسرا تیر نکالا۔ اتفاق سے وہی تیر پھر نکل آیا اس پر "ترک" لکھا ہوا تھا۔ امراء القیس نے بے چینی سے [illegible] تیسری بار کیا۔ تیسری بار بھی "ترک" ہی نکلا۔ امراء القیس جھنجھلا گیا۔ اس نے [illegible] کر کے بت کے منہ پر دے مارا "بدبخت! اگر میرے باپ کے بجائے [illegible] انتقام لینے سے [illegible]"

یہ دنیا چند روزہ ہے

سلطان قطب الدین خوارم شاہ اپنے گھوڑے پر سوار کہیں جارہا تھا۔ ایک قبرستان سے گزرنے کے دوران اس نے ایک مجذوب کو دیکھا۔ بادشاہ نے باگ کھینچ لی اور پوچھا "فقیر تم یہاں کیا کر رہے ہو؟" فقیر نے بے نیازی سے جواب دیا "میں قبرستان کے مردوں سے باتیں کرتا رہتا ہوں۔" بادشاہ نے پوچھا "یہ کیا کہتے ہیں؟" فقیر نے جواب دیا "یہ کہتے ہیں کہ کبھی ہم بھی اسی طرح ہاتھی گھوڑے پر سوار نکلا کرتے تھے لیکن آج الٹا معاملہ ہے اور زمین ہم پر سوار ہے۔"

پناہ

بادشاہ بہرام ایک مرتبہ شکار کے لئے نکلا اور ہرن کو دیکھ کر اس کے پیچھے گھوڑا دوڑایا۔ ہرن جان بچانے کیلئے ادھر ادھر بھاگا۔ بہرام بھی ہرن کا تعاقب کرنے لگا۔ ہرن پر اس دوڑ دھوپ سے پیاس کا غلبہ ہوا اور وہ بے جان ہو کر ایک اعرابی کے خیمے میں گھس گیا، جس کا نام قیعہ تھا۔ اس نے ہرن کو پکڑ کر رسی سے باندھ دیا۔ بہرام بھی خیمے تک پہنچ گیا اور قیعہ سے کہا کہ اے اعرابی میرا شکار تیرے خیمے میں ہے اسے باہر نکال دے۔

قیعہ نے نہ پہچانا کہ یہ کون ہے اور جواب دیا "اے خوبصورت سوار! یہ بات مروت کے بعید ہے کہ جس جانور نے میری پناہ لی ہے، میں اسے کسی کے حوالے کر دوں تاکہ وہ اسے مار ڈالے۔" بہرام نے سختی کی۔ قیعہ نے کہا "جھگڑا نہ بڑھا، جب تک تو اپنے تیر سے میرا سینہ چھید نہ دے گا اور مجھے قتل نہ کر دے گا، تیرا ہاتھ اس ہرن کی گردن تک نہیں پہنچ سکتا اور جب تو مجھے قتل کر دے گا تب بھی میرے قبیلے والے ہرن تیرے حوالے نہیں کریں گے۔ اپنی جان پر رحم کر اور ہرن کا خیال چھوڑ دے۔ ہاں ہرن کے عوض اگر تو میرا گھوڑا جو خیمے کے دروازے پر بندھا ہے، زین ولگام سمیت لینا پسند کرے تو اسے لے جا، مگر ہرن جو میری پناہ میں آچکا ہے وہ میں تیرے حوالے نہیں کر سکتا۔" بہرام کو یہ جواب بڑا پسند آیا اور باگ موڑ کر واپس چلا گیا۔

جواں مرد

بہرام گورنر، یزدگرد اول کا بیٹا تھا۔ یزدگرد کا انتقال ہوا تو بہرام گورنر اور اس کے دو بھائیوں میں تخت و تاج کے لئے رسی کشی شروع ہو گئی۔ دربار کے امرا نے بھائیوں کی اس کشمکش کو ختم کرنے کیلئے فیصلہ کیا کہ تاج شاہی کو دو بھوکے شیروں کے درمیان رکھ کر تینوں شہزادوں کی جرات و بہادری کا اس طرح امتحان لیا جائے کہ جو شہزادہ تاج شاہی اٹھا لائے اسے اس کی بہادری کے صلے میں بادشاہ بنا دیا جائے۔ بہرام گورنر کے دونوں بھائی اس امتحان سے بھاگ گئے لیکن بہرام گورنر تاج کو بھوکے شیروں کے درمیان سے اٹھا لایا تو اسے بادشاہ بنا دیا گیا۔

عظیم باپ کا عظیم بیٹا

امام احمد رضا خان بریلوی کے صاحبزادے مفتی اعظم ہند مصطفیٰ رضا خان بریلوی اپنے وقت کے ولی کامل اور مفتی اعظم ہندوستان تھے آپ ہندو مسلم اتحاد کے سخت خلاف تھے آپ مسلمانوں کے اعلیٰ اور تابناک مستقبل کے خواہشمند تھے ایک دفعہ ہندوستان کی وزیراعظم اندرا گاندھی آپ کی غیر معمولی شہرت سن کر آپ سے ملنے بریلی آئی جب آپ کو اطلاع دی گئی کہ آپ کو اندرا گاندھی ملنے آئی ہے تو آپ نے بھارتی وزیراعظم سے ملنے سے صاف انکار کر دیا کہ تم سے ملنے سے دو خرابیاں ہیں ایک تو یہ ہے کہ تم غیر محرم عورت ہو اور دوسری وجہ یہ ہے کہ غیر مسلم عورت ہو۔ سبحان اللہ کیا کفر شکن جواب تھا جو آج کل کے مسلمانوں کیلئے تازیانہ عبرت ہے۔ آپ کے مریدوں کی تعداد 90 لاکھ بتائی جاتی ہے۔ جو

دیانت کا انعام

[illegible] تلاش معاش میں دمشق پہنچا اور شاہی باغ میں بطور [illegible] ابو یعقوب کو حکم دیا کہ "نہایت میٹھے

انار توڑ کر پیش کرو۔" ابو یعقوب نے حکم کی تعمیل میں انار توڑ کر بادشاہ کی خدمت میں پیش کر دیئے، لیکن جب بادشاہ نے انہیں چکھا تو سارے انار ترش نکلے۔ بادشاہ بہت ناراض ہوا اور ابو یعقوب سے پوچھا "تم اس باغ کی پاسبانی پر کتنے عرصے سے متعین ہو؟" ابو یعقوب نے جواب دیا "جناب پانچ سال سے۔" بادشاہ نے گرم ہو کر کہا "اور تمہیں اب تک یہ معلوم نہیں ہو سکا کہ یہاں کے کس درخت کا پھل ترش ہوتا ہے اور کس درخت کا شیریں؟" فقیر منش ابو یعقوب نے جواب دیا "جناب والا آپ نے مجھے باغ کی پاسبانی پر مقرر فرمایا تھا۔ پھلوں کے چکھنے پر نہیں!" بادشاہ نے جواب اور دیانت داری سے خوش ہو کر ابو یعقوب کو اپنا ندیم بنالیا۔

نوشتہ دیوار

امریکی صدر جانسن کے دفتر کی دیوار پر یہ جملہ درج تھا "جو شخص بول رہا ہے، وہ کچھ نہیں سیکھ رہا ہے۔

بصورت دیگر

گاندھی جی اپنے گھر کی دیوار پر یہ عبارت لکھوا لی تھی۔ "اگر تم حق پر ہو تو تمہیں شور مچانے کی ضرورت نہیں اور اگر تم غلطی پر ہو تو خاموشی تمہارے لئے بہتر ہے۔"

خدمت گاری اور بادشاہت

مرزا مظہر جان جاناں دلی کے مغل شاہی خاندان سے تعلق رکھتے تھے۔ ان کے والد کا اور ان کا نام شہنشاہ عالمگیر نے رکھا تھا۔ مرزا مظہر نے شاہی ماحول اپنانے کی بجائے فقیری اختیار کر لی تھی۔ ایک دن شہنشاہ ہند بہادر شاہ اول ان کے پاس گیا۔ سخت گرمی پڑ رہی تھی۔ بادشاہ کو پیاس لگی۔ اس نے پانی طلب کیا۔ مرزا مظہر نے کہا "دیکھو وہ گھڑا رکھا ہے پانی پیالے میں لے کر پیو" بادشاہ نے پانی اور پیالہ گھڑے پر رکھ دیا۔ مظہر نے دیکھا کہ پیالہ ذرا ترچھا رکھا ہوا ہے۔ وہ دیر تک ترچھی نگاہ سے پیالہ دیکھتا رہا، آخر ان سے ضبط نہیں ہو سکا انہوں نے کہا "جناب بادشاہ کیا کرتے ہوں گے۔ ابھی تک خدمت گاری تو آئی نہیں۔ کیا گھڑے پر پیالہ رکھنے کا یہی طریقہ ہے؟"

نواب کا انصاف

شجاع الدولہ اودھ کے نواب صفدر جنگ کا اکلوتا بیٹا تھا۔ ایک رات کا ذکر ہے۔ شجاع الدولہ بنارس کی ایک عورت کے گھر دیوار پھاند کر جا گھسا۔ گھر کے لوگوں کی آنکھ کھل گئی انہوں نے فوراً اسے پکڑا اور اسی وقت کوتوال کے پاس لے گئے۔ کوتوال نواب کے بیٹے کو ملزم کی حیثیت سے دیکھ کر کشمکش و پیچ میں مبتلا ہو گیا۔ اس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ شجاع الدولہ سے کیا سلوک کرے۔ آخر وہ نواب صفدر جنگ کے محل پہنچا اور نواب کو نیند سے جگا کر یہ واقعہ سنایا۔ نواب کو غصہ آ گیا۔ اس نے کوتوال سے کہا "کوتوال! معلوم ہوتا ہے تجھے اپنی ذمہ داری کا احساس نہیں ورنہ تو آدھی رات کو مجھے نہ جگاتا۔ تجھے خود معلوم ہونا چاہئے کہ غنڈوں سے کیا سلوک کیا جاتا ہے کوتوال تھانے پہنچا۔ اس نے شجاع الدولہ کو ایک عام ملزم کی طرح زدوکوب کر کے قید میں ڈال دیا۔ سات روز کے بعد شجاع الدولہ کو نواب صفدر جنگ کے سامنے پیش کیا گیا۔ نواب نے اپنے بیٹے کو دیکھا تو حقارت سے منہ پھیر لیا اس کے بعد اس نے چھ ماہ تک اس سے بات نہیں کی۔

دل ایک مندر ہے

مشہور افسانہ نگار خدیجہ مستور لکھتی ہیں کتنے مزے کی بات ہے کہ سر توڑنا تو جرم ہے مگر دل کو توڑنا جرم نہیں۔

خوش اخلاقی میں سبقت

امریکہ کے صدر تامس جیفرسن رنگ و نسل کے امتیاز کے سخت مخالف تھے۔ ایک مرتبہ اپنے پوتے کے ساتھ گھوڑے پر سوار کہیں جا رہے تھے۔ ایک طرف سے اچانک کوئی حبشی [illegible] اس نے صدر کو دیکھ کر احتراماً اپنی ٹوپی اتار دی۔ خوش اخلاق اور فراخ دل صدر نے [illegible] حبشی کو سلام کا جواب دیا لیکن صدر کا پوتا اپنے دادا کے اس [illegible] سے حقارت سے منہ پھیر لیا۔ جیفرسن نے پوتے سے پوچھا "تم

نے حبشی کے سلام کا جواب کیوں نہیں دیا؟" پوتے نے نفرت سے جواب دیا۔ وہ کالا کم تر انسان کس طرح ہماری برابری کر سکتا ہے۔ جیفرسن نے کہا "وہ کالا ہونے کے باوجود خوش اخلاقی میں تم سے سبقت لے گیا اور یہ بات میرے لئے ناقابل برداشت ہے کہ ایک حبشی خوش اخلاقی کے مقابلے میں تمہیں شکست دے دے۔

سفید حبشی

ابو نصر فارابی کو مجبوراً ایک ایسے ستر سالہ بوڑھے کو پڑھانا پڑا، جو کند ذہن اور غبی ہونے کے ساتھ ساتھ ذہانت کے تمام سوتوں کو عدم استعمال سے خشک کر چکا تھا اور اس کی فکر اور ذہن کی ساری صلاحیتیں زنگ آلود ہو چکی تھیں۔ لوگ دیکھتے کہ ابو نصر فارابی پڑھاتے پڑھاتے اس کی کند ذہنی سے اکتا جاتا اور پھر پڑھانے لگتا۔

ی نے فارابی سے پوچھا "فارابی! تم اسے کس توقع پر پڑھا رہے ہو؟" فارابی نے جواب دیا "بالکل ایسی ہی توقع پر جیسے کسی حبشی کو سفید کرنے کی نیت سے نہلایا جائے۔

فلسفی کا جواب

جب سکندر اعظم نے یونان کے ایک شہر کو فتح کیا تو اس شہر کے ایک فلسفی سے ملنے گیا جس کا نام دیو جانس قلبی تھا وہ ایک جھونپڑی میں رہتا تھا۔ سکندر اعظم جب اس جھونپڑی میں داخل ہوا تو دیکھا کہ وہ فلسفی سو رہا تھا سکندر اعظم نے اسے لات ماری اور کہا میں نے اس شہر کو فتح کر لیا ہے اور تو اس طرح بے فکری سے سو رہا ہے۔ دیو جانس قلبی نے غصے سے سکندر اعظم کی طرف دیکھا اور کہا شہر فتح کرنا بادشاہوں کا کام ہے اور لات مارنا گدھوں کا کام ہے کیا کوئی آدمی دنیا میں نہیں رہا جو ایک گدھے کو بادشاہت دے دی گئی ہے۔

کاتب کی سفاکی

انجمن ترقی اردو کے رسالے ماہنامہ "قومی زبان" میں ایک مرتبہ راغب مراد آبادی کی ... شائع ہوئی تو کاتب نے بعض الفاظ کو کچھ سے کچھ بنا دیا۔ راغب صاحب نے شکایتاً ایک

بابائے اردو مولوی عبدالحق کو لکھا جس میں ایک شعر یہ بھی تھا کہ

خدا کاتب کی سفاکی سے بھی محفوظ فرمائے
اگر نقطہ اڑا دے، نامزد نامرد ہو جائے

ظفر وسیلہ ظفر

۴۶-۱۹۴۵ء کا زمانہ تھا۔ برصغیر میں عام انتخابات ہو رہے تھے۔ کانگریس اور مسلم لیگ کے درمیان زبردست معرکہ برپا تھا۔ بہرائچ کے ضلع میں مسلم لیگ کے امیدوار کی پوزیشن کانگریسی امیدوار کے مقابلے میں کمزور تھی۔ مسلم لیگی رضاکاروں نے اس سلسلے میں ممتاز شاعر اور صحافی مولانا ظفر علی خان کی مدد لینے کا فیصلہ کیا۔ اس زمانے میں ظفر علی خاں کی شعلہ بیانی بہت مشہور تھی اور ان کا یہ شعر پورے برصغیر میں گونج رہا تھا۔

سرفروشی کی تمنا اب ہمارے دل میں ہے
دیکھنا ہے زور کتنا بازوئے قاتل میں ہے

رضاکار مولانا کو دہلی سے بہرائچ لے آئے۔ ریلوے اسٹیشن پر مولانا نے رضاکاروں سے دریافت کیا کہ اپنے مخالف کانگریسی امیدوار کا نام کیا ہے اور وہ کیا کرتا ہے؟ انہیں بتایا گیا کہ اس کا نام حسین احمد ہے اور وہ اینٹوں کا بھٹا چلاتا ہے۔ مولانا نے اسی وقت ایک نظم کہہ کے رضاکاروں کو دے دی اور کہا کہ یہ نظم مل جل کر بلند آواز سے گلی کوچوں میں پڑھنا۔ نظم کا ایک شعر یہ تھا۔

اگر مینہ زور سے برسا تو گر جائیں گی دیواریں
کہ اینٹیں ساری کچی ہیں حسین احمد کے بھٹے کی

نتیجہ یہ ہوا کہ حسین احمد ہار گیا۔ مسلم لیگی امیدوار بہت زیادہ ووٹوں سے جیتا۔

پانی پانی کر گئی..........

[illegible] شہنشاہ جہانگیر کے ملک الشعراء کلیم کا کلام پسند نہیں تھا۔ وہ [illegible] کرتی۔ ایک روز کا واقعہ ہے دربار لگا ہوا تھا، مخالف

شعراء اپنے اشعار سنا رہے تھے۔ آخر میں کلیم نے شعر سنانے شروع کئے۔ اس نے یہ شعر پڑھا

زشرم آب شدم آب را شکستے نیست
بہ حیرتم کہ مرا روزگار چوں شکست

(میں شرم سے پانی پانی ہو گیا کیونکہ پانی ٹوٹ نہیں سکتا، پھر حیران ہوں کہ زمانے نے مجھے کیسے توڑ کر رکھ دیا؟) نور جہاں فوراً بولی "یک بست وشکست" جما کر توڑ دیا۔ جہاں گیر متبسم ہوا اور بے ساختہ کہا "کلیم! دوبارہ کہو۔ "زشرم آب شدم۔ "کلیم کھسیانا ہو گیا۔

بیرسٹر

ایک بار جب قائداعظم بیرسٹر بن گئے تو کمرۂ عدالت میں اپنے دلائل بڑے دھیمے انداز سے پیش کرنے لگے۔

جج نے احتجاجاً کہا "ذرا زور سے بولئے!"

آپ نے متانت سے جواب دیا "جناب! میں بیرسٹر ہوں، ایکٹر نہیں۔"

حوصلہ افزائی

ایک عورت نے ابراہیم لنکن کو درخواست بھیجی کہ اس کے دو نوجوان بیٹوں کو کام پر لگایا جائے، لنکن نے جواب میں منتظم کو لکھا۔

"اس رقعے کی حامل محترمہ کہتی ہیں کہ ان کے دو بیٹوں کو کام چاہئے، اگر ممکن ہو تو انہیں کام پر لگا دو، کیونکہ کام چاہنا اتنی کمیاب طلب ہے کہ میرے خیال میں اس کی حوصلہ افزائی ہونی چاہئے۔"

خیال مرگ

ابن قلیاب بھی ایک مسخرہ تھا، ایک بار اس کی ملاقات اشعب سے ہوئی، باتوں باتوں میں اشعب رونے لگا ابن قلیاب نے وجہ پوچھی تو اس نے کہا۔

"میں کیلے کے اس پودے کے مانند ہوں کہ جب اس کا پھل نشوونما پا لیتا ہے تو اسے کاٹ

دیا جاتا ہے، اس طرح تم بھی چونکہ میرے چیلے ہو اور اب بڑے ہو گئے ہو، چنانچہ میں اب اپنی موت کے خیال سے رو رہا ہوں۔"

خوبی

ایک شخص بو علی سینا کے پاس گیا اور اپنی دولت نیز آباؤ اجداد پر فخر کرنے لگا۔

بو علی سینا نے کہا۔

"اگر خوبی دولت میں ہے تو دولت اچھی ہوئی نا کہ تم، اور اگر تمہارے آباؤ اجداد قابل تعریف تھے تو پھر وہ اچھے تھے نا کہ تم۔"

جواب

ایک دن برنارڈ شا نے کسی اور مزاح نگار کو تجویز پیش کی۔ "آؤ ہم دونوں مل کر ایک کتاب لکھیں تا کہ مزاح دو آتشہ ہو جائے۔"

اس ادیب نے جواب میں کہا۔

"مسٹر شا! کہیں گدھے اور گھوڑے کو بھی ایک ساتھ جوڑا جا سکتا ہے؟"

شا نے فوراً جواب دیا "بھئی اگر یہ تجویز پسند نہیں آئی تو نہ سہی، لیکن مجھے خواہ مخواہ انسان سے گھوڑا بنا رہے ہو۔"

تنقید

ایک ڈرامہ نویس نے اپنے ایک ڈرامے کی سٹیج پرفارمنس پر برنارڈ شا کو دعوت دی کہ وہ اس پر اپنی ناقدانہ رائے سے نوازیں، اتفاق سے برنارڈ شا سارے ڈرامے کے دوران میں سوئے رہے تھے، خاتمہ پر ڈرامہ نویس نے شکایت آمیز لہجے میں کہا۔

"میں آپ کی تنقید جاننا چاہتا تھا، لیکن آپ سوئے ہی رہے۔"

شا نے نہایت سنجیدگی سے جواب دیا۔

"بھئی سونا بھی تو ایک طرح کی تنقید ہے۔"

مشورہ

ایک نوجوان ادیب جو بہت ذہین اور محنتی تھا، آسکر وائلڈ کے پاس گیا اور اسے کہنے لگا۔
"میں ایک مدت سے لکھ رہا ہوں، اور اب تک بہت کچھ لکھ چکا ہوں لیکن ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ملک کے سبھی تبصرہ نگاروں نے جیسے میرے خلاف سازش کر لی ہے، کیونکہ کسی بھی تبصرہ نگار نے میری نگارشات پر تبصرہ نہیں کیا، براہ کرم مجھے اپنی گرانقدر رائے سے نوازیئے؟"

آسکر وائلڈ نے جواب دیا۔

"میاں میرا مشورہ ہے کہ آپ بھی اس سازش میں شریک ہو جائیں۔"

ہدایت

مہاتما گاندھی اپنے اخبار "ہریجن" سوال و جواب چھاپا کرتے تھے، چنانچہ ایک نوجوان نے پوچھا۔ "جب میں ٹہلنے جاتا ہوں تو حسین لڑکیوں پر نظریں خود بخود جم جاتی ہیں، بتایئے میں کیا کروں؟"

"کالا چشمہ لگایا کیجئے۔" یہ گاندھی کا جواب تھا۔

شادی کا ذریعہ

امریکہ کے صدارتی مقابلے کے امیدوار جان ایف کینڈی نے عورتوں کے سامنے تقریر کرتے ہوئے کہا۔

"جب میں واشنگٹن کی سینٹ میں آیا تھا تو اپنے ساتھ میساچوسٹس سے بہت سی نوجوان لڑکیوں کو اپنا سکریٹری بنا کر لایا تھا، لیکن ان سب نے شادی کر لی۔ پھر میں نے لڑکیوں کا ایک اور گروہ سکریٹری رکھا اور ان کی بھی شادیاں ہو گئیں اس لئے اگر آپ میں سے کوئی نوجوان لڑکی یہ سمجھتی ہے کہ یہاں اس کی شادی کے امکانات بہت کم ہیں تو وہ آئے اور میرے ساتھ کام کرنا شروع کر دے۔"

بادلِ نخواستہ

امریکہ کے مغربی ساحل پر ایک لڑکے نے صدر کینیڈی سے پوچھا۔

"جناب صدر! آپ جنگی ہیرو کس طرح بن گئے؟

صدر کینیڈی نے بچوں کی سی معصومیت کے ساتھ جواب دیا۔

بالکل رضاکارانہ طور پر دراصل دشمنوں نے میری کشتی ڈبو دی تھی۔

وہی ہوں

عرب کا مشہور مزاح نگار اشعب بے حد لالچی شخص تھا ایک بار ایک شخص نے اس سے پوچھا۔

"تمہیں اس لالچ سے کیا ملا؟"

اشعب نے جواب دیا۔

"تم تو یوں کہہ رہے ہو جیسے اب میں نے کوئی اچھے کام کرنا شروع کر دیے ہیں۔"

کتا

ایک بار اشعب نے کہا۔

"میرا کتا بڑا خبیث ہے، وہ مہمانوں کو دیکھ کر تو دم ہلاتا ہے اور تحائف لانے والوں کو بھونکتا ہے۔"

سمجھ

فرانس کے سابق صدر کوٹی پیرس میں تجریدی آرٹ کی ایک نمائش دیکھنے گئے ان سے دریافت کیا گیا۔ "تجریدی آرٹ کے بارے میں آپ کے تاثرات کیا ہیں؟"

سابق صدر نے جواب دیا "اپنی طویل زندگی میں میں صرف یہ سمجھ سکا ہوں کہ ہر شے کو سمجھنا ضروری نہیں ہے۔"

مصوری

مصور گیوٹو کے متعلق مشہور ہے کہ ابھی وہ بچہ تھااور استاد کے نگار خانے میں کام سیکھا کرتا تھا، ایک دن اس نے اپنے استاد کی بنائی ہوئی تصویر کی ناک پر ایک چھوٹی سی مکھی بنادی جو اتنی اصلی معلوم ہوتی تھی کہ جب اس کا استاد اس تصویر کو نگار خانے سے باہر لے جانے لگا تو اس نے کئی مرتبہ اسے اڑانے کی کوشش کی۔

چوری

عراق کے ایک ادیب صالح سلیمان نے پولیس میں ایک رپورٹ درج کرائی تھی کہ ان کے گھر کا مکمل صفایا ہوگیا، جب وہ ایک ادبی مجلس میں شامل ہونے کے لئے گئے تھے، جس میں ان کی تصنیف "اب کوئی چور باقی نہیں رہا" پر بحث ہو رہی تھی۔

مشکل کام

نظام الملک طوسی سے کسی شہزادے نے پوچھا۔

"دانا بزرگ! تخت نشینی کی کم سے کم عمر کیا ہوتی ہے۔"

طوسی نے جواب دیا۔ "پندرہ سال!"

شہزادے نے دوسرا سوال کیا۔ "اور شادی کے لئے کم سے کم کیا عمر ہونی چاہئے؟"

طوسی نے کہا۔ "اٹھارہ سال۔"

شہزادے نے پوچھا "یہ کیوں؟ جہانداری جیسے مشکل کام کیلئے پندرہ سال اور شادی جیسے معمولی کام کے لئے اٹھارہ سال! آخر یہ فرق کیوں؟"

"شہزادے: خواجہ طوسی نے جواب دیا۔ "کچھ دن صبر کر، جب تو تخت نشینی کے بعد رشتہ ازدواج میں جکڑا جائے گا تو تجھے خود ہی یہ نکتہ معلوم ہو جائے گا، کہ جہانداری سے خانہ داری کہیں مشکل کام ہے۔"

قحط کی وجہ

جارج برنارڈ شااور جی کے چیسٹرٹن کے درمیان ہمیشہ نوک جھونک رہتی برنارڈ شا لمبا اور دبلا پتلا تھا، جبکہ چیسٹرٹن موٹا اور چھوٹے قد کا تھا، ایک دفعہ دونوں بیٹھے ہوئے تھے، کہ چیسٹرٹن بولا۔

"جارج اگر تمہیں کوئی دیکھ لے تو کہے انگلستان میں قحط پھیلا ہوا ہے۔"

برنارڈ شا نے فوراً جواب دیا۔

"اگر کوئی تمہیں دیکھے تو قحط کی وجہ بھی فوراً جان لے۔"

بخشش

حافظ شیرازی کا یہ مشہور شعر ہے۔

اگر آں ترک شیرازی بدست آرد دل مارا
بخال ہندوش بخشم سمرقند و بخارا را

شیراز میں تیمور نے انہیں اس حالت میں دیکھا کہ لنگی باندھے سردی سے کانپ رہے ہیں، تیمور نے بڑھ کر پوچھا۔

"حافظ صاحب! یہ شعر آپ ہی کا ہے تو کیا اسی برتے پر آپ سمرقند و بخارا کی بخشش کیا کرتے تھے۔"

فرمایا "بخشش ہی نے تو یہ حال کر دیا ہے۔"

جواب

ایک دفعہ شیر شاہ کے بیٹے سلیم شاہ نے بطور مذاق مرزا کامران والئی قندھار سے جو سلیم شاہ کے پاس آیا ہوا تھا، پوچھا۔

"کیا تمہاری عورتیں بھی تمہاری طرح سر منڈاتی ہیں؟"

مرزا نے جواب دیا "نہیں ہماری عورتیں تمہاری طرح سر پر بال رکھتی ہیں۔"

وجہ

حکیم سولن کا لڑکا مر گیا تو وہ اس کے غم میں رونے لگا، لوگوں نے سمجھایا کہ اب رونے سے فائدہ؟ حکیم نے جواب دیا۔

"اس لئے روتا ہوں کہ رونا بیکار گیا۔"

شکر

جب سقراط کو زہر کا پیالہ دیا جانے لگا تو سقراط کا شاگرد زاروقطار رونے لگا، سقراط نے پوچھا "تو کیوں روتا ہے؟" کہا۔ "اس لئے کہ آپ بیگناہ مارے جا رہے ہیں۔"

سقراط نے کہا "ارے کم بخت! کیا تو چاہتا ہے کہ میں کسی گناہ پر مارا جاؤں؟"

ہر شخص اپنے وقت کا سقراط ہے یہاں پیتا نہیں ہے زہر کا پیالہ مگر کوئی۔

عیب

شیخ سعدی ایک مکان کی خرید و فروخت میں مشغول تھے، وہاں ایک یہودی رہتا تھا، اس نے شیخ کو ترغیب دی "خرید لیجئے! میں اس کا ہمسایہ ہوں، اس مکان میں کوئی عیب نہیں۔"

سعدی نے جواب دیا "بس یہی عیب ہے کہ آپ یہاں رہتے ہیں۔"

شاعر چور

فارسی کا مشہور شاعر انوریؔ ایک بار بازار سے گزر رہا تھا، اس نے ایک آدمی کو دیکھا جو اس کا کلام لوگوں کو پڑھ کر سنا رہا ہے، انوریؔ نے اس سے پوچھا۔

"یہ تم کس شاعر کا کلام پڑھ رہے ہو؟ کیا تم نے اسے کبھی دیکھا ہے؟"

اس آدمی نے جواب دیا۔ "یہ میرا کلام ہے اور میرا نام انوری ہے۔"

انوری نے جواب دیا "بھئی! شعر چور تو ہم نے بہت دیکھے تھے، مگر شاعر چور کبھی نہ دیکھا تھا۔"

رشوت

ملا نصیر الدین کوئی فرضی کردار نہیں، یہ ترکی کا جیتا جاگتا کردار تھا۔ اس کی حاضر جوابی اور پر از طنز و مزاح باتوں میں بڑی عقلمندی اور دانائی موجود ہے، ایک بار ملا کو کسی کام سے عدالت میں جانا پڑا، منصف کے بارے میں مشہور تھا کہ وہ رشوت کے بغیر کسی کا کام نہیں کرتا ملا رشوت سے بچنا چاہتے تھے، نہایت چالاکی سے یہ پتا چلایا کہ منصف کو کھانے پینے کی کونسی چیز پسند ہے، معلوم ہوا کہ شہد۔

ملا نے کوشش کر کے کہیں سے تھوڑا شہد فراہم کیا اور ایک خالی پیپے کو مٹی سے بھر کر اس کی اوپر کی سطح کو چار انگل خالی رہنے دیا اور اس سطح پر شہد کی تہہ جما دی گویا اب بظاہر پورا پیپا شہد سے بھرا ہوا تھا، ملا اس پیپے کو لے کر منصف کے پاس پہنچ گئے اور نہایت ادب سے نذرانہ رشوت پیش کر دیا، منصف نے اس نذرانے کو شکریے کے ساتھ قبول کر کے گھر بھیج دیا اور ملا کا کام کر کے کاغذات ان کے حوالے کر دیئے، ملا اپنے گھر چلے گئے۔

جب منصف گھر پہنچا اور نہایت اشتیاق کے ساتھ شہد نکالنے لگا تو ملا کا فریب کھل گیا منصف دل ہی دل میں کھول اٹھا لیکن جوش سے کام نہیں لیا اور اپنے نوکر کو حکم دیا "اسی وقت ملا کے پاس جاؤ اور اس سے کہو کہ منصف نے تمہیں جو سند کے کاغذات دیئے ہیں ان میں ایک اشتباہ رہ گیا ہے، انہیں دیدو تاکہ اشتباہ دور کیا جاسکے۔"

جب ملازم نے ملا کو یہ عرض کیا تو وہ ہنس کر بولا۔

"میاں! اپنے صاحب سے ہمارا اسلام کہنا اور عرض کرنا کہ اشتباہ سند میں نہیں۔ شہد میں تھی۔"

مبارکباد

٭ مغل بادشاہ اکبر جنگل میں شکار کھیل رہا تھا۔ اس نے ایک ہرن پر تیر چلایا لیکن خطا گیا۔ بیربل پاس ہی تھا۔ اس نے فوراً کہا: مبارک ہو۔ اکبر نے کہا: تم میرا مذاق اڑاتے ہو؟ کہنے لگا: ظل الٰہی: میں نے تو ہرن کو مبارک دی ہے۔

قائداعظم کا سسر

قائداعظم محمد علی جناح جب وکالت کرتے تھے۔ ان دنوں بمبئی میں ایک چوٹی کا ہندو وکیل بھی تھا جسے اپنی ذہانت، قابلیت اور پیشہ ورانہ تجربہ پر بڑا ناز تھا۔ ایک دن چند وکیل بیٹھے کسی نکتہ پر بحث کر رہے تھے ایک صاحب بولے کہ محمد علی جناح اس نکتہ پر صحیح روشنی ڈال سکتے ہیں۔ ہندو وکیل نے محمد علی جناح کی طرف نظر حقارت سے دیکھا اور کہنے لگا: محمد علی جناح اس بارے میں کیا جانے؟ کیونکہ

"He is Child in Law"

یعنی وہ تو ابھی قانون میں بچہ ہے۔ قائداعظم نے برجستہ جواب دیا:۔

"ہاں! یہ ٹھیک کہتا ہے":۔

"Because He is my Father-in-law"

(کیونکہ یہ میرا سسر ہے)

طوائف کا جنازہ

ایک دفعہ حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ سے کسی نے دریافت کیا کہ طوائف کی نماز جنازہ پڑھ سکتے ہیں یا نہیں؟ آپ نے جواب دیا: جو لوگ ان کے پاس جاتے ہیں، ان کا جنازہ پڑھتے ہو یا نہیں؟ اس نے کہا: پڑھتا ہوں۔ آپ نے فرمایا: تو پھر طوائف نے تمہارا کیا قصور کیا ہے؟

میموں کے سائے میں

ایک صاحب یورپ میں اعلیٰ تعلیم حاصل کرنے کے بعد واپس لوٹے تو علامہ اقبال سے ملنے کے لئے آئے۔ آپ نے پوچھا: کیوں بھئی! ولایت سے ہو آئے ہو؟ انہوں نے فخریہ انداز میں جواب دیا: میں تو آٹھ سال کی عمر میں ہی انگلستان چلا گیا تھا۔ یہ جواب سن کر ڈاکٹر صاحب مسکرائے اور فرمایا: پھر تو آپ کو یوں کہنا چاہیے تھا۔

میموں کے سائے میں ہم پل کر جوان ہوئے ہیں۔

سردا

علامہ اقبال کے استاد شمس العلماء سید میر حسن ایک روز سیالکوٹ میں بازار سے گذر رہے تھے۔ سر راہ ایک میوہ فروش کی دکان تھی۔ وہ کہنے لگا۔ شاہ صاحب! سردا بہت اچھا ہے لیتے جایئے۔ شاہ صاحب نے بھاؤ پوچھا تو وہ بولا: "آٹھ آنے سیر" اس پر شاہ صاحب پنجابی میں کہنے لگے:

"سردا تو اچھا ہے پر مینوں نئیں سردا۔"

یعنی میری قوت خرید سے باہر ہے۔ یہ کہہ کر آگے روانہ ہو گئے۔

تو میرا شوق دیکھ میرا انتظار دیکھ

ایک مرتبہ کالج میں اسٹاف میٹنگ تھی۔ سید میر حسن شاہ میٹنگ میں دو منٹ دیر سے پہنچے۔ انگریز پرنسپل نے شاہ صاحب کو گھڑی دکھا کر کہا! مولوی صاحب! آپ نے پورے دو منٹ انتظار کرایا۔ شاہ صاحب نے برجستہ جواب دیا: پھر کیا ہوا ہم نے بھی تو اس دنیا میں پورے تیس برس آپ کا انتظار کیا۔

پرنسپل، شاہ صاحب سے عمر میں ۳۰ برس چھوٹے تھے۔

گردان

ایک مرتبہ ذوق دہلوی عالم محویت میں بیٹھے تھے۔ ایک چڑیا آتی اور بار بار ان کے سر پر بیٹھ جاتی۔ یہ اڑاتے تو وہ پھر آکر بیٹھ جاتی۔ آخر ذوق ہنس کر کہنے لگے۔ اس غیبائی نے میرے سر کو کبوتروں کی چھتری بنالیا ہے۔ حافظ دلیراں ایک شاعر بھی پاس بیٹھے تھے۔ کہنے لگے: ہمارے سر پر تو کبھی نہیں بیٹھی۔ ذوق دہلوی کہنے لگے: بیٹھے کیونکر؟ جانتی ہے کہ یہ ملا ہے۔ عالم ہے، حافظ ہے احلّ لکم الصید (حلال کیا تمہارے لئے شکار) کی آیت پڑھ کر، کلوا واشربوا (کھاؤ اور پیو) کی گردان کرتے ہوئے بسم اللہ اللہ اکبر کہہ کر گردن پر چھری رکھ دے گا۔ وہ دیوانی ہے جو تمہارے سر پہ آئے گی۔

بقلم صبوحی

پاکستان کی ایک مشہور خاتون جس کا نام نور جہاں تھا کسی بینک میں گئیں اور چیک لکھنے کیلئے قلم کی ضرورت پڑی۔ اتفاق سے وہاں اردو کے ممتاز ادیب اشرف صبوحی صاحب بھی موجود تھے۔ اشرف صاحب نے اپنا قلم محترمہ کو پیش کیا۔ چیک لکھ کر جب محترمہ دستخط کرنے لگیں تو انہوں نے چیک پر لکھا نور جہاں بقلم خود اشرف صبوحی فوراً بول اٹھے محترمہ بقلم صبوحی لکھیئے۔ قلم تو آپ میرا استعمال کر رہی ہیں اور لکھتی ہیں نور جہاں بقلم خود۔

شعر چور

ادیب اور شاعر کنور مہندر سنگھ بیدی دہلی میں آنریری مجسٹریٹ تھے تو پولیس والے ایک شاعر کو چوری کے الزام میں پکڑ لائے۔ کنور بیدی صاحب شاعر کو جانتے تھے اس لئے مسکرا کر بولے بھئی اس کو کیوں پکڑ لائے یہ چور نہیں ہے۔ ہاں البتہ شعر چور ضرور ہے۔

غلط فہمی

معروف ادیب کنہیا لال کپور نے کسی شخص پر خفا ہوتے ہوئے کہا میں تو آپ کو شریف آدمی سمجھا تھا۔ اس شخص نے بلا سوچے سمجھے کہہ دیا کہ میں بھی آپ کو شریف آدمی سمجھا تھا تو کپور نے نہایت عاجزی سے کہا کہ آپ ٹھیک سمجھے مجھ کو ہی غلط فہمی ہوئی ہے۔ یہ سن کر وہ شخص بغلیں بجانے لگا۔

مسئلہ پھول کا ہے پھول کدھر جائے گا

مشہور افسانہ نگار راجندر سنگھ بیدی ریل میں سفر کر رہے تھے دوران سفر ٹکٹ چیکر نے ان سے ٹکٹ مانگا تو بیدی صاحب نے اپنی جیبیں ٹٹولیں مگر ٹکٹ کا پتہ نہ تھا ٹکٹ چیکر بیدی صاحب کو پہچانتا تھا کہنے لگا مجھے آپ پر بھروسہ ہے آپ نے یقیناً ٹکٹ خریدا ہوگا۔ بیدی صاحب اسی پریشانی میں بولے بھائی بات آپ کے بھروسے کی نہیں مسئلہ تو سفر کا ہے اگر ٹکٹ نہ ملا تو یہ کس طرح معلوم ہوگا کہ مجھے کہاں اترنا ہے۔

سامع

ایک مرتبہ افلاطون اپنے بہت سے شاگردوں کے ساتھ بیٹھا ہوا تھا مگر ان شاگردوں میں ارسطو نہ تھا۔ افلاطون نے کہا "اگر اس وقت کوئی میری بات سننے والا ہوتا تو میں تقریر کرتا۔" حاضرین میں سے کسی نے کہا "جناب! آپ کے سامنے ہزاروں طالب علم موجود ہیں۔" افلاطون نے کہا "میں ہزار جیسا ایک چاہتا ہوں۔"

ایک وقت میں ایک

برطانوی وزیر اعظم جارج پتھ ایک جلسے میں تقریر کر رہے تھے۔ یکایک پنڈال کے باہر ایک گدھے نے رینگنا شروع کر دیا۔ جارج نے تقریر جاری رکھی، اس پر پیچھے سے آواز آئی " ایک وقت میں ایک جناب!

میرے مولا مجھے صاحب جنوں کر

کسی فلسفی سے اس کے عقیدت مند شاگرد نے سوال کیا۔ "استاد! اگر کسی انسان کا عقل سے کام نہ نکلے تو وہ کیا کرے؟" فلسفی نے جواب دیا۔ "اسے جنوں سے کام لینا چاہئے کیونکہ دنیا کے عظیم الشان اور یادگار کام جنوں ہی سے انجام پائے ہیں۔"

چھوہارا

مشہور ادیب پطرس بخاری کے ہاں ان کے کسی عزیز کی شادی تھی۔ نکاح کیلئے محلے کے مولوی صاحب نہیں مل رہے تھے بڑی تلاش کے بعد پطرس بخاری کہیں باہر سے ایک دبلے پتلے شخص کو لے کر آئے پطرس صاحب اس نکاح خواں کو لا کر بڑی خوشی سے بولے نکاح کیلئے دو چیزوں کی ضرورت ہوتی ہے ایک نکاح خواں کی اور دوسرے چھوہارے کی۔ ماشاء اللہ ان میں دونوں صفات موجود ہیں۔

سنگسار

ایک مولوی صاحب کے جوش ملیح آبادی سے بہت اچھے تعلقات تھے کئی روز کی غیر حاضری کے بعد ملنے آئے تو جوش صاحب نے پوچھا جناب اتنے دن کہاں رہے تو مولوی صاحب بولے کیا بتاؤں جوش صاحب پہلے ایک گردے میں پتھری تھی اس کا آپریشن کرایا تو اب دوسرے گردے میں پتھری ہے مولوی صاحب کی بات سن کر جوش صاحب بولے میں سمجھ گیا اللہ تعالیٰ آپ کو اندر سے سنگسار کر رہا ہے۔

جواب آں غزل

نواب آصف الدولہ ایک روز مشہور شاعر انشاء اللہ خان انشاء کے ساتھ ہاتھی پر سوار لکھنؤ کے کسی محلے سے گزر رہے تھے راستے میں دیکھا کہ ایک کتا کسی قبر پر پیشاب کر رہا تھا۔ نواب صاحب نے انشاء پر پھبتی کسی اور کہا انشاء کسی سنی کی قبر معلوم ہوتی ہے۔ انشاء نے کہا حضور سچ فرمارہے ہیں مگر پیشاب کرانے والا شیعہ معلوم ہوتا ہے اس پر نواب آصف الدولہ شیعہ ہونے کے باوجود ہنس پڑے۔

شیطان غالب ہے

ایک دفعہ رمضان کے مہینے میں مرزا غالب نواب حسین مرزا کے پاس گئے اور پان منگوا کر کھایا۔ ایک پرہیزگار شخص غالب کے پاس بیٹھے ہوئے تھے بڑے حیران ہو کر بولے حضرت آپ روزہ نہیں رکھتے۔ مرزا غالب مسکرا کر بولے "شیطان غالب ہے۔"

فارغ البال

مشہور زمانہ شاعر جالندھری سر کے بالوں کے سلسلے میں فارغ البال تھے آپ کے کسی خوش فکر دوست نے کہا حفیظ صاحب سر کے بال نہ ہونے کی وجہ سے کوئی تکلیف تو نہیں حفیظ صاحب نے کہا تکلیف کیا ہوگی البتہ وضو کرتے وقت یہ معلوم نہیں ہوتا کہ وضو کہاں تک کرنا ہے۔

جاہل مطلق

مشہور زمانہ سائنس دان آئن سٹائن ایک بس میں سفر کر رہے تھے کہ وقت گزاری کیلئے اخبار لے لیا تو ان کو یاد آیا کہ اپنی نظر کی عینک تو گھر میں ہی بھول آئے ہیں تو اخبار کیسے پڑھیں گے تو آپ نے ساتھ بیٹھے ہوئے آدمی کو کہاں کہ یہ ذرا یہ خبریں تو پڑھ دیں تو ساتھ بیٹھے ہوئے آدمی نے جواب دیا معاف کیجئے گا میں بھی آپ کی طرح جاہل مطلق ہوں۔

جج کا باپ

سر سید احمد خان ایک دفعہ ٹرین میں سفر کر رہے تھے ان کے پاس ہائی کورٹ کا ایک جج بھی سفر کر رہا تھا کسی بات پر دونوں کی تکرار ہو گئی بات تو تو میں میں تک پہنچی تو ہائی کورٹ کا جج بولا معلوم ہے میں کون ہوں میں ہائی کورٹ کا جج ہوں۔ اس پر سر سید احمد خان بولے میں جج کا باپ ہوں (سر سید کے بڑے بیٹے سید محمود جج تھے)

میٹھا طنز

مشہور شاعر مولانا حالی کے پاس ان کے ایک ملنے والے شاعر آئے اور غزل برائے اصلاح پیش کی غزل میں کوئی بھی مصرع عیب سے خالی نہ تھا انتہائی بے ربط سی غزل تھی مولانا حالی نے تمام غزل پڑھنے کے بعد کہا بھئی خوب غزل کہی ہے اس میں تو انگلی رکھنے کی بھی جگہ نہیں۔ یہ میٹھا سا طنز سن کر شاعر صاحب کان لپیٹ کر چلے گئے۔

امریکی اداکار چارلی چپلن کی ناکامی

شہر میں اعلان کیا گیا کہ "نقالی کا مقابلہ منعقد ہو رہا ہے اور پہلا انعام اس شخص کو دیا جائے گا جو چارلی چپلن کی ہو بہو نقل اتارے گا!" مشہور اداکار چارلی چپلن کو شرارت سوجھی اور اس مقابلے میں شرکت کے لئے خود بھی پہنچ گیا۔

نقالی کا مقابلہ شروع ہوا۔ چارلی چپلن نے بھی اداکاری کی اور جب نتائج کا اعلان ہوا تو پتہ چلا چارلی چپلن مقابلہ ہار چکا ہے اور انعام ایک دوسرا شخص لے گیا۔

دشمن نہ کرے دوست نے وہ کام کیا ہے

انڈونیشیا کے جنرل ناسوشن جب میدان جنگ سے اپنے شہر پہنچے تو گھبرا گئے۔ کسی نے وجہ پوچھی۔ جواب دیا کہ "میدان جنگ میں دشمن کو پہچاننا آسان ہے۔ وہ ایک خاص قسم کی وردی پہنتا ہے۔ لیکن یہاں دوست اور دشمن میں تمیز ناممکن ہے۔

نامہ اعمال دیکھ

لاہور کے حکیم فقیر محمد چشتی مرحوم حاضر جوابی میں اپنا جواب نہیں رکھتے تھے اس وقت کے مشاہیر سے ان کے دوستانہ مراسم تھے۔ ایک دن چودھری شہاب الدین کے علاج کے لئے ان کی کوٹھی پر گئے۔ چودھری صاحب کی رنگت سیاہ تھی۔ چشتی صاحب ان کی نبض دیکھتے رہے پھر نسخہ لکھنے کے لئے اپنی جیب سے قلم نکالا اور ابھی چند لائنیں لکھی تھیں کہ قلم کی سیاہی ختم ہو گئی۔ چودھری صاحب نے ازراہ مذاق کہا "چشتی صاحب! اگر سیاہی ختم ہو گئی ہے تو فکر نہ کیجئے گا۔ مجھ سے لے لیجئے گا۔" چشتی صاحب نے برجستہ جواب دیا "جی! لے تو لیتا لیکن جناب کے نامہ اعمال میں جو کمی ہو جائے گی!"

یا نام بدل یا کام بدل

سکندر اعظم کے روبرو ایک ایسا سپاہی پیش ہوا، جس کا نام بھی سکندر تھا۔ لیکن بزدل بہت تھا۔ ہمیشہ میدان جنگ سے فرار ہو کر اپنے خیمے میں روپوش ہو جاتا۔ سکندر اعظم نے اس سے پوچھا۔ "تمہارا نام؟" سپاہی نے جواب دیا "سکندر۔" سکندر اعظم نے افسوس سے اپنا فیصلہ سنادیا۔ "تب پھر تم میرا فیصلہ سن لو، تم ہماری سپاہ میں اسی وقت رہ سکتے ہو جب یا تو تم اپنا نام بدل دو گے یا پھر اپنا کام۔

دس من کا پتھر

ایک پہلوان غصے میں بپھرا ہوا، منہ سے جھاگ نکال رہا تھا، سامنے سے شیخ سعدی گزرے، پوچھا "یہ شخص اتنا برہم کیوں ہے؟" کسی نے جواب دیا "پہلوان کو ایک شخص کوئی

تلخ بات کہہ کر چلا گیا ہے!" شیخ سعدی نے افسوس سے کہا۔ "پہلوان! تجھ پر افسوس کرنے کو جی چاہتا ہے کہ تو دس من کا پتھر تو بآسانی اٹھالیتا ہے لیکن ایک بات اٹھانے کی تاب نہیں رکھتا۔

عظیم فلسفی سولن کی دانائی

یونان میں ایک شخص سولن گزرا ہے۔ یہ ایک مانا ہوا مقنن، فلسفی اور شاعر تھا۔ ایک بار قبرص کے بادشاہ کری سس نے سولن کو اپنے ملک مدعو کیا۔ سولن نے دعوت قبول کرلی۔ ملاقات کے دن بادشاہ اپنے بیش قیمت لباس اور ہیرے جواہر زیب تن کر کے تخت پر جلوہ افروز ہوا اور پورے شاہانہ طمطراق سے سولن کا انتظار کرنے لگا۔ سولن آیا اور اطمینان و بے نیازی سے بادشاہ کے سامنے بیٹھ گیا، اس نے بادشاہ کے جاہ و حشم اور سطوت و شوکت پر کوئی توجہ نہ دی۔ بادشاہ بے چین ہو گیا۔ اس نے اپنے وزیر کو حکم دیا کہ "سولن کو ہمارے خزانے دکھائے جائیں" وزیر نے سولن کے سامنے سونے چاندی اور لعل و زمرد کا ڈھیر لگوادیا۔ یہ چمک دمک بھی سولن کو متاثر نہ کر سکی۔ وہ بے پروا بیٹھا رہا۔ بادشاہ سے نہ رہا گیا اس نے بلند آواز سے سولن کو مخاطب کیا۔ سولن تم یونان کے نامور فلسفی ہو بتاؤ تمہارے نزدیک دنیا کا سب سے خوش نصیب آدمی کون ہے؟"

سولن نے پروقار لہجے میں کہا "بادشاہ! میرے ملک میں طلس نامی ایک آدمی بہت خوش نصیب تھا۔ وہ بہادر، نیک، صاحب نصاب اور اچھے بچوں کا باپ تھا۔ اس نے اپنے وطن کی خاطر لڑتے لڑتے جان دے دی۔"

"اس کے بعد دوسرا سب سے خوش نصیب آدمی کون ہے؟" بادشاہ نے دریافت کیا۔

سولن نے کہا "دو بھائی سب سے زیادہ خوش نصیب ہیں۔ انہوں نے اپنی ماں کی خدمت کرتے کرتے جان دی۔"

"خوش نصیب وہ ہوتا ہے جس کے ساتھ خوش نصیبی زندگی کے آخری لمحات تک رہے۔" سولن نے وضاحت کی "جس کی زندگی ابھی ختم نہ ہوئی ہو، اس کے متعلق کچھ کہنا قبل از وقت ہوگا۔ انسان کی زندگی ہمیشہ ایک حالت پر برقرار نہیں رہتی۔" بادشاہ مشتعل ہوگیا۔

اس نے سولن کے ساتھ انتہائی نفرت و حقارت کا سلوک کیا۔ بعد میں شہنشاہ سائرس نے قبرص فتح کر لیا اور بادشاہ کری سس کو زندہ جلا دینے کا حکم دیا۔ کری سس کو جلانے کے لئے لکڑیوں پر بٹھا دیا گیا۔ اس کے منہ سے ایک دردناک چیخ نکلی "ہائے سولن۔"

فاتح شہنشاہ نے ہاتھ اٹھا کے کارروائی اچانک رکوا دی اور کری سس کے قریب جا کے سوال کیا "ہائے سولن سے تمہاری کیا مراد ہے؟" کری سس نے اسے پورا واقعہ سنا دیا۔ فاتح یہ واقعہ سن کر مغلوب ہو گیا۔ اس نے کری سس کی جان بخش دی اور اس کے ساتھ عزت و تکریم سے پیش آیا۔

یونانی فلاسفر اور شاعر کی نکتہ دانی

سیمانیڈلیس یونان کا ایک مشہور شاعر تھا۔ ایک دن ایک پہلوان اس سے اپنی شہ زوری کی تعریفیں کرنے لگا۔ آخر سیمانیڈلیس نے اکتا کر اس سے پوچھا "تم اپنے سے قوی کو پچھاڑتے ہو یا اپنے برابر کو یا اپنے سے کم تر کو پچھاڑتے ہو؟" پہلوان نے سینہ تان کر جواب دیا "اپنے سے قوی کو۔" شاعر نے کہا "یہ غلط ہے کیونکہ تم جسے پچھاڑ لو، وہ تم سے قوی نہیں ہو سکتا۔" پہلوان نے خفت سے کہا "اپنے سے برابر کو۔" "یہ بھی غلط ہے۔ شاعر نے کہا "اگر تمہارا حریف تمہارے برابر ہو تو تم اسے کبھی نہیں پچھاڑ سکتے۔" پہلوان نے مجبور ہو کر کہا "اچھا اپنے سے کم تر کو۔" سیمانیڈلیس نے ایک قہقہہ لگایا "یہ تو کوئی بڑی بات نہیں ہے۔" اپنے سے کم تر پر ہر شخص غالب آ جاتا ہے۔

کافر اور غالب

مرزا غالب اور مولانا امام شہید میں ظریفانہ نوک جھونک ہو رہی تھی۔ مرزا غالب نے خاص ظریفانہ انداز میں کہا "اجی! یہ تو بتایئے آپ شہید کب سے ہوئے؟" امام نے برجستہ جواب دیا۔ "جب کافر غالب ہوئے۔"

ہم خیال

اسپین کا بادشاہ چارلس پنجم تخت سے دست بردار ہو کے سینٹ جسٹ کی خانقاہ میں راہبانہ زندگی بسر کرنے لگا تھا۔ ہاں تفنن کے طور پر گھڑیاں درست کرنے کا کام کرتا تھا اس کی کوشش تھی کہ چند مختلف گھڑیاں ایک ہی وقت بتائیں مگر جب اس کوشش میں کامیابی نہیں ہوئی تو اس نے کہا کہ "میں بھی کیسا احمق ہوں کہ متعدد آدمیوں کو ہم خیال بنانا چاہتا تھا۔ حالانکہ دو گھڑیاں بھی ہم وقت نہیں کر سکتا ہوں۔"

کی مرے قتل کے بعد اس نے جفا سے توبہ

مشہور شاعروں سودا اور میر ضاحک میں زبردست معاصرانہ چشمک رہتی تھی۔ اتفاقاً میر ضاحک سودا کی زندگی میں انتقال کر گئے۔ سودا تعزیت کے لئے ان کے گھر گئے۔ تعزیت کے بعد انہوں نے اپنی بیاض منگوائی اور میر ضاحک کے خلاف جتنی ہجویں لکھی تھیں، سب نکال کر چاک کر دیں۔ میر ضاحک کا بیٹا سودا کے اس عمل سے بہت متاثر ہوا۔ اس نے بھی اپنے والد کی بیاض منگوائی اور اس میں سودا کے خلاف جتنی ہجویں تھیں، سب پھاڑ ڈالیں۔

ہزاروں خواہشیں ایسی کہ ہر خواہش پہ دم نکلے

قبیلہ بنو تمیم کے ایک سردار نے اپنے شاعر اوس بن حجر سے خواہش کی "اوس! میری دلی خواہش تھی کہ تم میری شان میں کوئی قصیدہ رکھتے۔" شاعر نے جواب دیا "اور میری دلی خواہش تھی کہ آپ کوئی غیر معمولی کام کر کے دکھاتے تاکہ طبیعت آپ کی مدح پر مجبور ہو جاتی۔"

دو لعل آٹا اور گھی

نادر شاہ افشار نے ہندوستان پر یورش کر دی۔ سندھ میں میاں نور محمد کلہوڑا نے مزاحمت کی لیکن وہ جنگ میں کامیاب نہیں ہو سکا اور گرفتار ہو گیا۔ اسے نادر شاہ کے سامنے پیش کیا گیا۔ نادر شاہ نے اس سے دریافت کیا "سنا ہے کہ آپ کے پاس ایک بیش بہا لعل

ہے۔" نور محمد نے جواب دیا۔ "ایک نہیں، دو لعل ہیں۔" نادر نے فرمائش کی کہ وہ دونوں لعل ہمارے حضور پیش کئے جائیں۔ نور محمد نے تھوڑا سا آٹا اور گھی منگوا کے کہا کہ "میں ایک زمیں دار ہوں۔ میرا سب سے بڑا سرمایہ آٹا اور گھی ہے۔ یہ سرمایہ میسر ہو تو کسی اور چیز کی ضرورت باقی نہیں رہتی۔" نادر شاہ بہت خوش ہوا۔ اس پر نور محمد کی دانائی کا گہرا اثر پڑا۔

تیرے آنے کا دھوکا سا رہا ہے

امریکہ کے مقتول صدر کینڈی کا دور تھا۔ اسکی بیوی جیکولین خاتون اول تھی۔ ایک بار وہ کسی جنرل اسٹور میں کچھ خریدنے گئی۔ اسٹور کے مالک نے اس سے کہا "خاتون! آپ کی شکل ہمارے محترم صدر کی بیوی سے ملتی ہے۔" خاتون اول جیکولین نے سادگی سے جواب دیا "درست فرمایا آپ نے۔ بسا اوقات تو خود محترم صدر کو مجھ پر اپنی بیوی کا دھوکا ہو جاتا ہے۔"

حاتم طائی کی سخاوت

ایک شخص حاتم کی بستی میں گیا لیکن رات زیادہ بیت جانے کی وجہ سے کسی اور کا مہمان ہو گیا۔ صبح جب وہ رخصت ہوا تو راستے میں اس کی حاتم سے ملاقات ہو گئی۔ وہ حاتم کا نام تو سن چکا تھا۔ لیکن پہچانتا نہیں تھا۔ حاتم نے اسے اپنی بستی کی طرف سے آتا دیکھا تو پوچھا "کیا تم نے رات اسی بستی میں گزاری تھی؟" مسافر نے جواب دیا۔ "ہاں، میں بنو طے میں ٹھہرا تھا!" حاتم نے پوچھا "رات کس کے مہمان رہے؟" اس نے جواب دیا "حاتم کے!" حاتم نے پوچھا "اس نے رات تمہیں کیا کھلایا؟" مسافر نے جواب دیا "اس نے میرے لئے اپنا نہایت قیمتی اور پلا ہوا اونٹ ذبح کر دیا اور اپنا سارا وقت میری خدمت میں گزار دیا۔" حاتم نے ہنس کر کہا "حاتم تو میں ہوں۔ تم نے رات میرے ہاں تو نہیں گزاری۔ پھر تم جھوٹ کیوں بول رہے تھے؟" مسافر تھوڑی دیر تک حاتم کو دیکھتا رہا۔ پھر بولا "حاتم! میں کہیں بھی جاؤں، جب یہ کہوں گا کہ میں حاتم کی بستی میں گیا تھا لیکن مہمان کسی اور شخص کا ہوا تھا تو لوگ میری بات پر یقین نہیں کریں گے۔ اس لئے میں نے خود کو سچا ثابت کرنے اور اپنی عزت بچانے کے لئے یہ جھوٹ اختیار کیا ہے!"

خدا دن خیر سے لائے سخی کے گھر ضیافت کا

ایران کے فرماں روا شہنشاہ زرکس نے یونان پر حملہ کر دیا۔ یونانی سردار پازے نیس نے اسے شکست فاش دے دی۔ جنگ کے بعد یونانی سردار نے مفتوح شہنشاہ کے داروغہ مطبخ کو طلب کیا اور کہا "داروغہ مطبخ! اپنے شہنشاہ کی شاہانہ ضیافتوں کے انداز پر ایک دعوت کا اہتمام کرو۔" اپنے مطبخ کے لئے اس نے کوئی ہدایت جاری نہیں کی۔

شاہی ضیافت کا منظر یہ تھا۔ آراستہ و پیراستہ، خیمہ، بیش قیمت قرش و فروش، سونے چاندی کے برتن اور طرح طرح کے خوشبودار کھانے، دستر خوان اور نشستوں کے انتظام سے شہنشاہ کی شوکت و تمکنت ظاہر ہو رہی تھی۔ دوسری طرف یونانی سردار کے سامنے عام سادہ غذا لکڑی کے معمولی تختوں پر رکھی تھی۔ اس نے فوج کے دوسرے سرداروں کو بھی کھانے پر بلایا تھا، وہ بھی یہی سادہ کھانا کھا رہے تھے۔ سردار نے بلند آواز سے اپنے رفیقوں کے باوجود انہوں نے ہم پر ہماری غربت لوٹنے کے لئے حملہ کیا تھا۔

دانا وزیر کا احوال

ایوب المرزبانی خلیفہ منصور کا وزیر تھا۔ جب منصور اس کو اپنے حضور میں طلب کرتا تو وہ پیلا پڑ جاتا تھا۔ بعض لوگوں نے اس سے کہا "ہم دیکھتے ہیں کہ آپ کی باریابی امیر المومنین کے دربار میں بکثرت ہوتی ہے اور امیر المومنین آپ سے مانوس بھی ہیں پھر بھی جب آپ ان کی خدمت میں جاتے ہیں تو متغیر ہو جاتے ہیں۔" ایوب المرزبانی نے کہا "میری اور تمہاری مثال ایک باز اور مرغ جیسی ہے۔ دونوں نے مناظرہ کیا۔ باز نے مرغ سے کہا "میں نے تجھ سے زیادہ بے وفا نہیں دیکھا۔ تو ایک انڈا تھا۔ تیرے مالک نے تیرے سینے کا انتظام کیا پھر اس نے اپنے ہاتھوں سے تجھے کھلایا پلایا لیکن جب تو بڑا ہو گیا تو مالک سے بھاگا بھاگا پھرتا ہے۔ دوسری طرف [illegible] پہاڑوں سے پکڑا جاتا ہوں۔ دو دو تین تین دن تک بندش میں رہتا ہوں۔ [illegible] زیادہ خوراک نہیں دی جاتی مگر جب شکار پر چھوڑا جاتا ہوں تو شکار لے کر سیدھا [illegible] آتا ہوں۔" مرغ نے کہا "تیری دلیل بے کار ہے اگر تو سیخ

پر چڑھے ہوئے دو باز بھی دیکھ لیتا تو کبھی مالک کے پاس لوٹ کر نہ آتا۔ میں ہر وقت مرغوں سے بھری سیخیں دیکھتا ہوں، پھر بھی مالک کے ہاں رات بسر کر لیتا ہوں۔ تو میں تجھ سے زیادہ وفادار ہوں۔" پھر ایوب نے یہ قصہ سنا کر کہا "اگر تم منصور کی عادتوں کو اسی قدر جانتے، جس قدر میں جانتا ہوں تو اس کی طلبی کے وقت تمہارا حال میرے حال سے بھی زیادہ ابتر ہوتا۔"

اس غریب کو اپنے کیے کا سامنا کرنا پڑا۔ اس کے احسانات کے باوجود منصور نے ۱۵۴ ہجری میں اموال ضبط کر کے اسے قتل کر ڈالا۔

چھوٹا ڈاکو اور بڑا ڈاکو

فاتح زمانہ سکندر اعظم کی فوج نے ایک ڈاکو کو گرفتار کیا جس نے کئی ڈاکے ڈال کر اپنی دہشت پھیلا رکھی تھی جب ڈاکو کو سکندر اعظم کے حضور پیش کیا گیا تو سکندر اعظم نے کہا اے بدبخت ڈاکو تم کو یہ برے کام کرتے ہوئے شرم نہیں آتی تو ڈاکو بولا سرکار جو کام میں چھوٹے پیمانے پر کرتا ہوں آپ اسے وسیع پیمانے پر سرانجام دیتے ہیں میرے ساتھیوں کی تعداد گنتی کی ہوتی ہے اس لئے ہمیں ڈاکو کا خطاب ملتا ہے مگر آپ کے پاس بہت بڑا لشکر ہوتا ہے جو شاہی لشکر کہلاتا ہے میرے کام کو ڈاکہ زنی اور آپ کے کام کو فتوحات کے نام سے پکارا جاتا ہے۔ میں تو صرف ایک دو گاؤں ہی لوٹ چکا ہوں۔ مگر آپ تو سینکڑوں ملکوں کو تباہ و برباد کر کے ان کو لوٹ چکے ہیں لہٰذا جان بخشی کی اجازت چاہتے ہوئے غلام عرض کرتا ہے کہ میں تو ادنیٰ سا ڈاکو ہوں مگر سرکار تو عالمگیر ڈاکو ہیں میں چھوٹا ڈاکو آپ بڑے ڈاکو اس لئے سرکار کو اپنے ہم پیشہ کا خیال رکھنا چاہیے۔

نپولین بوناپارٹ اور ولیم جیمس

تاریخ کے صفحات پر نپولین بوناپارٹ کا نام تو سنہری حروف میں لکھا ہوا ہے اور اس کے نام کو بچہ بچہ جانتا ہے وہی نپولین جس کے سر پر کم از کم تیس لاکھ انسانوں کے بے گناہ قتل کی ذمہ داری عائد ہوتی ہے اور دوسری طرف اس عظیم سائنس دان ولیم جیمس کو بہت کم لوگ جانتے ہیں جس نے شبانہ روز محنت کے بعد چیچک جیسے نامراد اور موذی مرض کا ٹیکہ ایجاد کر

کے کروڑوں انسانوں کی قیمتی جانوں کو بچایا پتہ نہیں لوگ اپنے محسنوں کو کیوں بھول جاتے ہیں۔

تاریخی قصیدہ

نواب علاء الدین نے غالب سے فرمائش کی کہ ولادت کی تاریخ اور لڑکے کا تاریخی نام نکال دیجئے۔ غالب نے کہا کہ "میرا کوئی ممدوح زندہ نہیں رہتا۔ نصیر الدین حیدر، امجد علی شاہ ایک ایک قصیدے میں چل دیئے۔ واجد علی شاہ تین قصیدوں کے متحمل ہوئے پھر نہ سنبھل سکے۔ جس کی مدح میں دس بیس قصیدے کہے، وہ عدم سے بھی پرے پہنچا۔ ناصاحب! دہائی ہے۔ نہ میں تاریخ ولادت کہوں گا۔ نہ تاریخی نام ڈھونڈوں گا۔"

عزت کا پاس

کرناٹک کا نوب انور الدین اورنگ زیب کی ملازمت میں تھا۔ ایک روز اورنگ زیب نے اس سے پوچھا "تمہارے اجداد میں سے کسی نے کبھی کسی بادشاہ کی ملازمت کی ہے یا یہ افتخار صرف تمہاری قسمت میں لکھا تھا؟" انور الدین نے جواب دیا کہ "میرے اجداد بہت خودار تھے۔ انہیں اپنی عزت کا پاس تھا۔ ان کے دلوں میں ایسی ذلیل امنگیں پیدا ہی نہیں ہوئیں۔" اورنگ زیب دیر تک خاموش رہا پھر بولا "بات تو تم نے ٹھیک ہی کہی۔"

ہم پیشہ

ایک مرتبہ احمد بن ابراہیم بن حمدون نے حجامت کی غرض سے ایک حجام کو بلوایا اور حجامت کے دوران برابر اسے ہدایات دیتے رہے۔ کام ختم ہوا تو وہ اسے دو درہم اجرت دینے لگے۔ حجام نے لینے سے انکار کر دیا احمد بن ابراہیم نے کہا "بال کٹوانے کا معاوضہ نصف درہم ہوتا ہے۔ میں تو دو درہم دے رہا ہوں پھر انکار کیوں؟" حجام بولا "میں یہ رقم کم سمجھ کر واپس [illegible] رہا ہوں کہ ہم دونوں ایک ہی پیشے سے تعلق رکھتے ہیں۔ خدا نہ [illegible] کسی ہم پیشہ سے اجرت لوں۔"

تیری غلامی کے صدقے ہزار آزادی

عمر بن حسین شمالی افریقہ کی ایک ریاست سفاقس کا والی تھا۔ اس کی ریاست پہلے سسلی نارمن حکمرانوں کو خراج دیتی تھی مگر عمر نے سسلی کا جھنڈا اتار کے ریاست میں اپنا پرچم لہرا دیا تھا۔ نارمن حکمرانوں نے عمر کے باپ کو قید کر لیا۔ ان کا خیال تھا کہ عمر اپنے باپ کی زندگی کا خیال کرتے ہوئے سرکشی سے باز آجائے گا۔ اسی خیال کے تحت سسلی سے خراج کی وصول یابی کیلئے ایک قاصد سفاقس بھیجا گیا۔ قاصد وہاں پہنچا تو اس نے دیکھا کہ جنازے کا ایک بہت بڑا جلوس بازار سے گزر رہا ہے۔ جلوس میں شہریوں، امراء اور وزراء کے علاوہ عمر بن حسین بھی شامل تھا۔ معلوم ہوتا تھا کہ ریاست کے کسی بہت بڑے شخص کا انتقال ہو گیا ہے عمر بن حسین نے سسلی کے قاصد سے پوچھا کہ "تمہیں معلوم ہے یہ کس کا جنازہ ہے؟" قاصد نے لاعلمی ظاہر کی۔ عمر بن حسین نے کہا "یہ میرے والد کا جنازہ ہے۔ اپنے حکمران سے کہہ دینا کہ عمر کے باپ کی زندگی سفاقس کی آزادی سے زیادہ اہمیت نہیں رکھتی۔ قاصد نے واپس پہنچ کر سسلی کے فرماں روا کو یہ واقعہ سنایا تو وہ سفاقس کی طرف سے مایوس ہو گیا اور اس نے عمر بن حسین کے باپ کو پھانسی دے دی۔

فضل برمکی عظیم سخی

عبداللہ بن عتبہ ایک شاعر تھا۔ اسے فضل برمکی کے دربار میں بہت انتظار کے بعد باریابی کا موقع ملا۔ عبداللہ نے اپنے انداز بیان سے فضل کو بہت متاثر کیا۔ فضل نے اسے درہموں کی ایک تھیلی انعام دی۔ تھیلی عبداللہ کے سامنے آئی تو اس نے کہا "یہ درہم قید کیوں کیے گئے ہیں؟ انہیں آزادی کا پروانہ ملنا چاہئے۔" فضل نے خوش ہو کر اسے اتنا ہی انعام اور دیا۔ عبداللہ نے دست بستہ عرض کیا کہ "جناب! میں نے سوال کر کے ہی اپنی بے قدری کروالی ہے۔ اب بوجھ اٹھانے کی ذلت کیسے برداشت کروں گا؟" فضل نے ایک غلام اس کے حوالے کر دیا۔ عبداللہ نے کہا "جناب آج کا دن اس غلام کے لئے بہت منحوس ہے کہ یہ آپ کی بارگاہ سے رخصت ہو رہا ہے۔ فضل مزید خوش ہوا۔ اس نے عبداللہ کو دو اور

غلام چننے کی اجازت دے دی۔ عبداللہ نے کہا "قبلہ حاجات! یہ دربار کے بہی خواہ ہیں۔ یہ
بوجھ کیسے اٹھائیں گے۔ فضل نے سازوسامان سمیت تین گھوڑے بھی اسے دے دیئے۔
عبداللہ پھر بھی نہ گیا۔ فضل نے اس کی وجہ پوچھی۔ عبداللہ کہنے لگا "غلام نوجوان ہیں، میں
ان کی فرمائشیں کیسے پوری کروں گا؟" فضل نے تین کنیزیں بھی ان کے سپرد کر دیں۔
عبداللہ چند قدم چل کر پھر واپس آگیا۔ اس بار وہ دھاڑیں مار مار کر رو رہا تھا۔ فضل نے حیران
ہو کے پوچھا۔ "اب کیا بات ہے؟" عبداللہ نے کہا "جناب! جب آپ جیسے فیاض اس دنیا میں
نہیں رہیں گے تو یہ دنیا رہنے کے قابل کیسے رہے گی؟"

جو گرجتے ہیں وہ برستے نہیں

حکیم سقراط اپنے زمانہ کا بہترین فلاسفر اور عظیم انسان تھا اس نے جان بوجھ کر ایک
جھگڑالو اور تند مزاج عورت سے شادی کر لی تھی تاکہ حکیم کی ذات میں غصہ اور کینہ نہ رہے
ایک دفعہ حسب عادت اس کی بیوی نے لڑائی جھگڑا کیا اور حکیم سقراط کو سخت برا کہا اور پھر پانی
کی بھری بالٹی حکیم کے سر پر انڈیل دی۔ اس ساری کارروائی کے بعد حکیم سقراط نے کمال
تحمل سے صرف اپنا جواب دیا کہ کیا گرجنے کے بعد برسنا بھی ضروری تھا۔

سونے میں کھوٹ

مشہور فلسفی حکیم جالینوس ایک انتہائی خوبصورت لڑکے کو دیکھ کر بہت خوش ہوا جو
عقل سے بالکل پیدل اور حسن کی دولت سے مزین تھا حکیم جالینوس نے اس لڑکے سے کوئی
سوال کیا تو اس نے حسب عقل انتہائی بے ہودہ جواب دیا اس لڑکے کا جواب سن کر حکیم
جالینوس نے بڑے دکھ سے کہا۔ افسوس سونے کے برتن میں سرقہ بھرا ہوا ہے یعنی گھر تو بڑا
خوشنما اور دیدہ زیب ہے مگر گھر کے اندر کچرا پڑا ہے۔

خوش قسمت کبوتر

مصر کے ایک بادشاہ کو کبوتر بازی کا بہت شوق تھا۔ ہر سال اڑان کے مقابلہ ہوتا تھا مگر
[illegible] کوئی شخص مقابلے کی جرات نہیں کر سکتا تھا۔ ایک سال ایک باہمت کبوتر باز

نے والی مصر سے مقابلہ کرنے کی ٹھانی۔ بادشاہ کو یہ بات ناگوار گزری مگر اصولی طور پر اسے مقابلے کے لئے آمادہ ہونا پڑا۔ مقابلے کی شرط یہ تھی کہ جس کا کبوتر طے شدہ مقام پر پہنچے گا وہی بازی جیت جائے گا۔ والی مصر نے مقابلے کی نگرانی کے لئے اپنے وزیر کو بھیجا اور ساتھ ہی یہ حکم بھی دیا کہ وہ جلد از جلد نتائج سے آگاہ کرے۔ مقابلہ شروع ہوا۔ مصر کے گم نام باشندے کا کبوتر بہت زیادہ تیز رفتار تھا اس لئے وہ بادشاہ کے کبوتر سے پہلے منزل مقصود تک پہنچ گیا وزیر بہت پریشان ہوا۔ اس کی ہمت نہیں پڑ رہی تھی کہ وہ بادشاہ کو شکست کی خبر دے۔ اتفاق سے وہاں ایک ذہین شاعر بھی موجود تھا۔ اس نے وزیر سے کہا کہ بادشاہ کو نتیجے سے آگاہ کرنے کے لئے یہ شعر لکھ کر بھیج دیا جائے۔

"آپ وہ بادشاہ ہیں جس کی خوش قسمتی ہر شخص کی تقدیر پر غالب رہتی ہے اس مقابلے میں آپ ہی کا پرندہ فاتح قرار پایا اور وہ اس طرح اپنی منزل تک پہنچا کہ اس کے آگے ایک خدمت گزار کبوتر نقیب شاہی کی مانند آواز دیتا ہوا چل رہا تھا۔"

چھٹا بد نصیب

مطلب بن محمد مکہ کے مشہور قاضی تھے۔ ان کی دو بیویوں میں ایک بیوی ایسی بھی تھی کہ جس کے چار شوہر مر چکے تھے۔ جب قاضی صاحب شدید بیمار پڑے اور ان کے بچنے کی کوئی امید باقی نہ رہی تو اس بیوی نے اس طرح رونا پیٹنا شروع کر دیا کہ اہل محلہ دور تک اس کی آوازیں سنتے تھے۔ قاضی صاحب اپنی تکلیف کے باوجود بیوی کی اس گریہ وزاری کو خاموشی کے ساتھ برداشت کرتے اور زبان سے کچھ نہ کہتے۔ آخر ایک دن اس نے اپنا گریبان پھاڑ ڈالا اور چیخ کر بولی "مجھے زندگی بسر کرنے کے لئے کس کے پاس چھوڑے جاتے ہو؟"

"چھٹے بد نصیب کے پاس" قاضی صاحب کی قوت برداشت جواب دے گئی تھی۔

عیب چینی کا انجام

اسی طرح امام ذہبی نقل کرتے ہیں کہ امام کسائی اور امام یزیدی ایک مرتبہ ہارون رشید کے یہاں جمع ہو گئے دونوں علم قرأت کے امام ہیں نماز کا وقت آیا تو امام کسائی نے نماز پڑھائی سورہ قل یاایھاالکافرون پڑھنی شروع کی، اسی کو بھول گئے، نماز کے بعد امام یزیدی نے کہا (مقام عبرت ہے کہ) کوفہ کے قاری کو قل یاایھاالکافرون ہی میں بند لگ گیا" یعنی غلطی ہو گئی۔

بات آئی گئی ہو گئی اتفاق سے ایک دن امام یزیدی نماز پڑھانے کھڑے ہوئے تو سورہ فاتحہ ہی بھول گئے۔ سلام پھیرنے کے بعد انہیں اپنی غلطی پر افسوس ہوا تو ایک شعر پڑھا جس کا مفہوم یہ ہے "تم اپنی زبان بند رکھو ایسی بات کہنے سے جس میں تم خود مبتلا ہو جاؤ بے شک بہت سی مصیبتیں انسان کی اپنی بات سے ہوتی ہیں۔"

اب نہیں جائے گا

شوکت تھانوی نے جب شعر کہنا شروع کیا تھا اس وقت نو عمر تھے۔ بڑی کوشش و جدوجہد کے بعد وہ اپنی ایک غزل رسالہ "ترچھی نظر" میں چھپوانے میں کامیاب ہو گئے۔ اس غزل کا ایک شعر یہ بھی تھا

ہمیشہ غیر کی عزت تیری محفل میں ہوتی ہے
تیرے کوچے میں جاکر ہم ذلیل و خوار ہوتے ہیں

شوکت تھانوی کے والد کی نظر جب اس غزل پر پڑی تو وہ اس شعر پر نہایت برافروختہ ہوئے اور شوکت صاحب کی والدہ کو یہ شعر سناتے ہوئے چیخے۔

"میں پوچھتا ہوں کہ یہ آوارہ گرد آخر اس کوچے میں جاتا ہی کیوں ہے؟" شوکت صاحب کی والدہ نے گڑبڑا کر سہمے ہوئے لہجے میں ان کا غصہ دور کرنے کے لئے صفائی پیش کی بچہ ہے ابھی، غلطی سے چلا گیا ہو گا میں منع کر دوں گی تو کبھی نہیں جائے گا۔

اگر تم عادل ہو

حمص کے گورنر نے حضرت عمر بن عبدالعزیز کو لکھا۔ "امیر المومنین مجھے اپنی حفاظت کے لئے ایک قلعے کی ضرورت ہے۔ تعمیر کی اجازت مراہم فرمائیں!

حضرت عمر بن عبدالعزیز نے جواب دیا

"اگر تم عادل ہو تو تمہیں کسی قلعے کی ضرورت نہیں۔"

میر صاحب خدا خدا کیجئے

میر ببر علی انیس نے ایک مرثیے میں شیریں کی زبانی یہ دعائیہ مصرعہ کہا

یارب رسول پاک کی کھیتی ہری رہے

دوسرے مصرعے کی فکر میں تھے اسی اثناء میں میر صاحب کی بیگم آگئیں اور میر صاحب کو فکر میں غرق دیکھ کر پوچھا کیا سوچ رہے ہو۔ آپ نے یہ مصرعہ پڑھا کہ اس کے دوسرے مصرعے کی فکر میں ہوں۔ یہ سننا تھا کہ ان کی بیگم کی زبان سے بے ساختہ یہ مصرعہ نکل گیا۔

صندل سے مانگ بچوں سے گودی بھری رہے
یا رب رسول پاک کی کھیتی ہری رہے

تم پلاتے ہم نہ پیتے

لیڈی نانسی آسٹر حاضر جوابی میں بہت شہرت رکھتی تھیں ایک بار وہ چرچل سے کسی بات پر ناراض ہو گئیں اور انتہائی غصے سے کہنے لگیں "چرچل اگر تم میرے شوہر ہوتے تو میں تمہاری کافی میں زہر ملا دیتی۔"

نانسی! چرچل نے اپنے مخصوص انداز میں جواب دیا۔ "اگر میں تمہارا شوہر ہوتا تو وہ کافی ضرور پی لیتا۔"

دل تو دیجئے دلربا کو

ایک بار لکھنؤ میں انتخابات کا بازار گرم تھا حکیم شمس الدین اپنے علاقے سے امیدوار تھے۔ کچھ

ستم ظریفوں نے ان کے مقابلے میں چوک کی ایک ڈیرے دار طوائف بی دلربا کو کھڑا کر دیا۔ کسی نے پھبتی کسی۔ یہ پھبتی گلی کوچوں میں گونجنے لگی۔

دل تو دیجئے دل ربا کو، ووٹ شمس الدین کو

بچت

اردو کے افسانہ نگار سعادت حسن منٹو ایک ریستوران میں چائے پینے گئے چائے بناتے وقت کیتلی ان کے ہاتھ سے گر کے ٹوٹ گئی۔ بیرا ساڑھے چار روپے کا بل لایا۔ آٹھ آنے چائے کے اور چار روپے کراکری کے۔ منٹو نے خاموشی سے بل ادا کر دیا دوسرے دن وہ پھر اسی ریستوران میں چائے پینے گئے ابھی وہ چائے پی ہی رہے تھے کہ ایک دم شور ہوا سانپ، سانپ۔ ریستوران میں بھگدڑ مچ گئی۔ میزیں الٹ گئیں اور برتن ٹوٹ گئے لوگ باہر بھاگنے لگے۔ بیروں نے کسی نہ کسی طرح سانپ کو مار ڈالا۔ جب بیرا منٹو کے پاس بل لایا تو وہ صرف آٹھ آنے کا تھا۔ منٹو نے اس سے پوچھا آج آپ نے اس میں کراکری کی قیمت نہیں لگائی۔" بیرے نے کہا صاحب اس میں آپ کا کیا قصور ہے؟ کراکری تو سانپ کی وجہ سے ٹوٹی ہے۔ منٹو نے بل ادا کرتے ہوئے کہا۔ مگر مجھے تو کوئی بچت نہ ہوئی سانپ چار روپے میں خرید کر لایا تھا۔"

تیمور کی ہمت

امیر تیمور نے ترکی کے فرماں روا بایزید سے لڑنے کے لئے انگورا پر چڑھائی کر دی۔ بایزید نے یورپ میں شان دار فتوح حاصل کی تھیں۔ اس کی بہادری کا بہت شہرہ تھا۔ اور وہ بڑا اثر و رسوخ رکھتا تھا اس لئے اس پر حملہ کرتے ہوئے تیمور بھی گھبرا رہا تھا تیمور کر کے سپاہیوں نے اسے رنجیدہ خاطر اور متفکر دیکھا تو ان کی ہمتیں پست ہونے لگیں اور انہوں نے تیمور سے ان حالات کا سبب دریافت کیا۔ تیمور نے جواب دیا "ہم یہ سوچ رہے ہیں کہ بایزید سے ہم جو جنگ کرنے والے ہیں اس پر بایزید کی جگہ حکومت کرنے کی اہلیت تم میں سے کس میں ہے۔" [illegible] ان [illegible] ہمت سے فتح حاصل کر لی۔

اہل دل کی محبت

محمود غزنوی نے اپنی نوجوانی میں ایک سرسبز و شاداب باغ لگوایا اور اس باغ میں ایک شان دار اور خوبصورت عمارت تعمیر کروائی۔ جب باغ اور عمارت کی تکمیل ہو گئی تو اس نے ایک عام جشن منعقد کیا اور اپنے باپ ناصر الدین سبکتگین اور سلطنت کے دوسرے ارکان کو باغ میں مدعو کیا۔

سبکتگین نے باغ اور عمارت دیکھ کر کہا "محمود اگرچہ عمارت اور باغ بہت شان دار اور خوبصورت ہیں لیکن ایسی چیزیں تو تمہارے ملازم بھی بنا سکتے ہیں بادشاہ کی شان و شوکت کا تقاضا یہ ہے کہ وہ ایسی عمارت کی بنیاد ڈالیں جس کی مثال پیدا نہ کی جا سکے۔"

سبکتگین نے جواب دیا وہ عمارت اہل علم کے دل ہیں اگر تم ان کے دلوں کی زمین میں اپنی محبت اور احسان کے بیج بوؤ گے تو وہ بار آور ہوں گے اور ان کے پھل ایسے ہوں گے جنہیں چکھنے سے تمہیں سعادت کی لذت ملے گی اور تمہارا نام حشر تک زندہ رہے گا۔

پوری بادشاہی کا بدلہ

بایزید بسطامی سے ہارون رشید کی ملاقات ہوئی عباسی خلیفہ بہت خوش ہوا ہارون رشید کو معلوم تھا کہ بایزید بسطامی بے غرض، بے لوث اور طمع و حرص سے پاک ہیں، عقیدت مندانہ سوال کیا۔ "بایزید! کیا تم بتا سکتے ہو کہ میری سلطنت کی کیا قیمت ہے؟"

بایزید مسکرائے اور جواب دیا "تمہاری عظیم الشان سلطنت کی وہی قیمت ہے جو پیالے بھر پانی کی قیمت ہو سکتی ہے۔"

ہارون رشید نے تعجب سے دریافت کیا۔ "وہ کس طرح؟ ذرا اس کی وضاحت تو فرمائیں!

بایزید نے جواب دیا ہارون! تھوڑی دیر کے لئے تم اپنے آپ کو ایک ایسے ریگستان میں موجود تصور کر لو جہاں میلوں پانی کا نام و نشان تک نہ ہو، وہاں تم پر پیاس غلبہ کرے اور پانی تک پہنچنے کے جملہ وسائل سے تم محروم ہو شدت پیاس سے تمہاری زبان ہونٹوں سے باہر آ چکی ہو ایسے میں ایک بدو پانی کا ایک پیالہ لے کر نمودار ہو اور وہ پیالہ اس شرط پر تمہیں دینے کو تیار ہو کہ

اس کے عوض اپنی پوری سلطنت اس بدو کے حوالے کر دو، بولو تم اس وقت کیا کرو گے؟"

ہارون رشید نے بے چارگی سے جواب دیا۔ "پانی کا وہ پیالہ میں ہر قیمت پر حاصل کروں گا!"

بایزید مسکرائے بولے گویا پانی کا وہ پیالہ تمہاری عظیم الشان سلطنت سے زیادہ قیمتی ہے۔"

ہارون رشید نے گردن جھکائی جواب دیا۔ "بیشک پوری سلطنت کے عوض بھی پانی کا پیالہ سستا ہے۔"

امام اعظم کا تقویٰ

ایک شخص کی تجہیز و تکفین سے فارغ ہو کر لوگ دروازے پر کھڑے اپنے گھروں کو واپسی کا ارادہ کر رہے تھے دھوپ تیز تھی۔ لوگ ایک اونچی دیوار والے مکان کے سائے میں کھڑے ہو گئے۔ ان لوگوں میں امام اعظم ابو حنیفہ بھی موجود تھے آپ لوگوں سے دور دھوپ ہی میں کھڑے رہے چند ساتھیوں نے آواز دے کر سائے میں آجانے کی خواہش بھی کی لیکن امام اعظم وہیں کھڑے رہے۔ آپ کا ایک عقیدت مند پاس پہنچا اور دریافت کیا۔ حضور آپ دھوپ میں کھڑے ہیں مجھے قلبی تکلیف پہنچ رہی ہے۔ آپ اس دیوار کے سائے میں کیوں نہیں چلے جاتے؟"

امام اعظم نے شرم و حیا سے سرگوشی میں جواب دیا۔ "اس مکان کا مالک میرا مقروض ہے اگر میں اس کی دیوار کے سائے سے فائدہ حاصل کر لوں تو مجھے ڈر ہے کہ خدا اسے کہیں میرے قرض کا سود نہ تصور کر لے۔ اسی ڈر سے میں یہاں دھوپ میں کھڑا ہوں۔"

خلیفہ ہارون رشید

خلیفہ ہارون رشید کے قبضے میں ایک باغ تھا کسی بوڑھے کسان نے دعویٰ کیا کہ وہ باغ میرا ہے خلیفہ نے اس پر غاصبانہ قبضہ جمایا ہے خلیفہ ہارون رشید خود عدالت لگائے بیٹھا تھا امام ابو یوسف اس کے معاون تھے۔ بوڑھے نے اپنی فریاد امام ابو یوسف کے سامنے پیش کی تھی۔ امام نے اس سے پوچھا کہ تمہارے پاس اپنے دعویٰ کی کوئی دلیل ہے کسان نے کہا کہ امیر المومنین سے قسم لیجئے وہی میری دلیل ہوگی امام نے ہارون سے قسم کھانے کے بارے میں کہا

ہارون نے قسم کھا کے کہا کہ "وہ باغ ہمارے والد مہدی نے ہمیں عطا کیا تھا اس لئے اس کے مالک ہمی ہیں" کسان نے جرات سے کہا کہ اس شخص نے ایسے قسم کھالی جیسے کوئی ستو پی لے۔ ہارون کا چہرہ سرخ ہو گیا برمکی وزیر یحییٰ بن خالد برابر کی کرسی پر بیٹھا ہوا تھا۔ اس نے معاملہ سلجھانے کے لئے امام ابو یوسف کو مخاطب کیا قاضی محترم! کیا عدل و انصاف کی ایسی مثال کہیں مل سکتی ہے کہ آپ نے دیکھا کہ ایک معمولی آدمی کے ساتھ امیر المومنین کا سلوک کیا ہے؟ امام نے اس کی تائید کی۔ اس طرح ہارون کے غصے کی لہر بخیریت گزر گئی۔
امام ابو یوسف بعد میں اس واقعے کے سلسلے میں سخت ندامت کرتے تھے کہتے تھے افسوس ہم خلیفہ سے یہ نہ کہہ سکتے کہ آپ اٹھ کے برابر کھڑے ہو جایئے یا اس کے لئے بھی کسی کا انتظام کیجئے۔"

فکر فردا نہ کروں محو غم دوش رہوں

طائف کے رہنے والے ایک دانشور خلیل ثقفی کسی کام سے ایک ایسے شخص کے پاس گئے جو ضعیف جسمانی اور لاغری کی وجہ سے بستر پر دراز تھا خلیل ثقفی نے اس کے سامنے اپنا مدعا عرض کیا اس لاغر اور نحیف شخص نے نہایت منحنی آواز میں کہا "دوست تم میرے بڑے بھائی کے پاس چلے جاؤ وہ تمہارا کام کر دے گا۔ بدقسمتی سے میں سردست اس لائق نہیں کہ کسی طرح تمہارے کام آسکوں۔"
خلیل ثقفی اس شخص کے بڑے بھائی کے پاس پہنچ گئے۔ انہیں یہ دیکھ کر تعجب ہوا کہ یہ بڑا بھائی اپنے چھوٹے بھائی کے مقابلے میں صحت مند تھا اور اس سے چھوٹا لگتا تھا۔ خلیل ثقفی نے بڑے بھائی کے حوالے سے اپنا مدعا بیان کیا۔ اس نے افسوس کا اظہار کیا اور کہا "دوست اس وقت مجھے اپنے کھیتوں میں پہنچنا ہے، کھیت کے جوتنے بونے کا کام میں خود انجام دیتا ہوں اور آپ کا کام کچھ وقت چاہتا ہے اس لئے بہتر یہ ہے کہ تم میرے سب سے بڑے بھائی کے پاس جاؤ وہ ایک بے فکر مست الست انسان ہیں، تمہارا کام ضروری کریں گے۔"
خلیل ثقفی سب سے بڑے تیسرے بھائی کے پاس پہنچ گئے انہوں نے [illegible] میں

سالہ جوان کو پولو کھیلتے دیکھا یہ اس کے قریب پہنچے اور دونوں بھائیوں کے حوالے سے اپنا مطلب عرض کیا۔ ان صاحب نے خلیل ثقفی کا کام کر دیا وہاں سے رخصت ہو کے گھر آنے سے پہلے خلیل ثقفی نے اس سب سے بڑے بھائی سے پوچھا حضرت! کیا آپ واقعی اپنے دونوں بھائیوں سے بڑے ہیں"

خلیل ثقفی کو جواب ملا ہاں! تم تم شک کیوں کر رہے ہو؟

خلیل ثقفی نے تینوں کی صحت مندی کا حیرت انگیز فرق بیان کرتے ہوئے کہا" آپ تینوں کی صحت میں اتنا بڑا فرق کیوں پایا جاتا ہے؟"

بڑا بھائی خوش فکروں کی طرح کھلکھلا کر ہنس دیا۔ بولا "بدقسمتی سے میرے سب سے چھوٹے بھائی کو حد درجہ بد مزاج بیوی ملی ہے وہ اسے دیمک کی طرح کھوکھلا کرتی چلی گئی لیکن میرے منجھلے بھائی کی بیوی خوش مزاج ہے اور اس نے اپنے شوہر کی صحت کو اسی حد تک متاثر کیا جتنا کہ شہتیر پر آرا چلنے کے بعد برادار نکل جانے سے غیر محسوس اثر ہوتا ہے اور رہا میں میں ابھی تک کنوارا ہوں میں نے شادی نہیں کی؟

اپنے منہ میاں مٹھو

ایک محفل میں سعادت حسن منٹو، احمد ندیم قاسمی اور شوکت تھانوی بیٹھے تھے۔ منٹو اپنے افسانے نیا قانون کی خوبیاں بیان کر رہے تھے اس دوران احمد ندیم قاسمی تو بیچ بیچ میں "ہوں"، "ہاں" کرتے رہے لیکن شوکت تھانوی شروع سے آخر تک خاموش رہے۔ منٹو نے جب اپنی بات ختم کی تو قاسمی نے شوکت تھانوی سے پوچھا۔

"کیوں بھئی شوکت صاحب آپ کس غور و فکر میں ڈوبے ہوئے ہیں؟" شوکت تھانوی نے جواب دیا۔ "اب تک ایک محاورہ سنتا آیا تھا "اپنے منہ میاں مٹھو بننا" اب سوچ رہا ہوں کہ اس محاورے کو بدل کر یوں کر دینا چاہئے۔ "اپنے منہ میاں منٹو بننا۔"

نواب سعد اللہ خاں کا تاریخی لطیفہ

نواب سعد اللہ خاں مرحوم جھنگ کے نزدیک ایک گاؤں پٹرا کی میں ایک غریب کسان [illegible] کے ہاں پیدا ہوئے۔ خدا نے بلا کی ذہانت اور قابلیت بخشی تھی۔ تحصیل علم ہی کے

دوران شہرت پائی اور انہیں مغل دربار دہلی میں طلب کر لیا گیا شاہ جہاں نے انہیں شاہی لائبریری کا ناظم مقرر کر دیا۔ ان کی صلاحیت سے خوش ہو کر انہیں شاہی مطبخ کا اعلیٰ منصرم بنا دیا اور پھر ان کی مزید شاندار خدمات سے خوش ہو کر انہیں فوج کا جرنیل بنادیا اور دس ہزاری کا منصب دے دیا۔ یعنی دس ہزار فوج کی نفری کا کمانڈر بنادیا۔

ایک دن شہنشاہ ان کی فوج کی پریڈ دیکھنے گئے اور چاق و چوبند فوج اور اس کی پریڈ کے بعد اس کے عسکری اور حربی مظاہروں سے اتنے خوش ہوئے کہ سعد اللہ خاں کو زور سے آواز دے کر بلایا۔ سعد اللہ خاں اور شہنشاہ کے درمیان کوئی ڈیڑھ گز چوڑا برساتی نالہ تھا۔ سعد اللہ خاں اور شہنشاہ کے سامنے حاضر ہو کر سر جھکا دیا۔ شہنشاہ اس قدر خوش ہوئے کہ انہیں وہیں ترقی دے کر افواج کا سپہ سالار (کمانڈر انچیف) مقرر کر دیا۔ نواب سعد اللہ خاں نے تعظیم سے سر جھکا کر شہنشاہ کا شکریہ ادا کیا اور پھر اباؤٹ ٹرن ہو کر جب اپنے دستے کی طرف جانے لگے تو حکم ہوا نالے پر تختہ رکھ کر ان کے لئے پل بنایا جائے۔ درباریوں میں سعد اللہ خاں کے کچھ حاسد بھی موجود تھے انہوں نے جھٹ شاہجہاں کے کان بھرے کہ دیکھئے حضور اس شخص میں کتنا غرور اور تکبر ہے کہ محض دس ہزاری فوج کا افسر تھا تو حضور کی آواز پر نالہ چھلانگ سے پھاند کر آیا اور اب حضور نے افواج کا سپہ سالار بنادیا ہے تو نالے پر عارضی پل قائم کرنے کا حکم دیا جا رہا ہے۔

شہنشاہ نے سعد اللہ خاں کو پکارا، جواب طلب کیا کہ معمولی جرنیل کی حیثیت سے وہ نالہ پھاند کر حاضر ہوا تھا اور سپہ سالار بن جانے کے بعد نالے پر پل بنانے کا حکم دے رہا ہے اس کے کیا معنی ہیں؟

جواب ملا۔ اے جہاں پناہ! حضور کی پہلی آواز پر میں نے جب اس نالے کو ایک چھلانگ میں پار کیا تھا تو میرے کندھوں پر صرف دس ہزاری فوج کی ذمہ داری کا بوجھ تھا اور حضور کی بندہ نوازی سے سپہ سالار بننے کے بعد میرے کندھوں پر اتنا بھاری بوجھ پڑ گیا ہے کہ اب میں اتنی لمبی چھلانگ نہیں لگا سکتا۔

شہنشاہ عش عش کر اٹھے حاسد درباریوں کے چہرے اتر گئے اور نواب سعد اللہ خاں جلد ہی وزارت عظمیٰ کے عہدے پر مامور کر دیئے گئے۔

قرآن کتاب ہدایت ہے۔
مکمل ضابطہ حیات ہے۔

قرآن ہماری دنیوی اور اخروی کامیابی کا ضامن ہے۔

آئیے **قرآن** کو سمجھنے اور اس پر عمل کرنے کی کوشش کریں۔

پیر محمد کرم شاہ صاحب ازہری کی معرکہ آرا تفسیر

خوبصورت ترجمہ — بہترین تفسیر

ضیاء القرآن

فہم قرآن کا بہترین ذریعہ ہے

ترجمہ: جس کے ہر لفظ سے اعجازِ قرآن کا حسن نظر آتا ہے

تفسیر: اہل دل کے لیے درد و سوز کا ارمغان

ضیاء القرآن پبلیکیشنز لاہور